منظر نامہ

1

خوشبو

گلزار

قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)
ویسٹ بلاک۔۱، آر۔کے۔ پورم، نئی دہلی

Khushboo

By : Gulzar

© مصنف

سنہ اشاعت : 2003

پہلا اڈیشن : 1100

قیمت : -/69

سلسلۂ مطبوعات : 1123

ترتیب : آر۔ ایل۔ مشرا

کمپیوٹر کمپوزنگ : فرحانہ پروین

ٹائپ سیٹنگ : ساجدہ بیگم

ISBN-81-7587-038-9

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم،
نئی دہلی۔110066

طابع : لاہوتی پرنٹ ایڈس، جامع مسجد، دہلی -110006

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کررہی ہے۔ اس کی کارگزاریوں کا دائرہ کئی جہتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ جن میں اردو کی ان علمی و ادبی کتابوں کی اشاعت بھی شامل ہے جو اردو زبان و ادب کے ارتقا میں معاون ہوسکتی ہیں۔ قومی اردو کونسل نے اب فلمی اسکرپٹ کا انتخاب ''منظرنامہ'' کے عنوان سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ اردو میں ایک نئی صنف ادب کا اولین تعارف ہوگا۔ زبان و ادب کا براہ راست روزگار سے متعلق ہونا ضروری نہیں لیکن جب کسی بھی زبان میں Excellence پیدا ہوجاتا ہے تو وہ خود بخود روزگار سے جڑ جاتی ہے۔ اردو زبان کو نئے ابھرتے ہوئے سائنسی اور تکنیکی منظرنامے سے کونسل نے اپنے کمپیوٹر اپلی کیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی۔ٹی۔پی۔، کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن، ملٹی لنگول ٹائپ اینڈ شارٹ ہینڈ نیز فنکشنل عربک کے کورسوں کے ذریعے جوڑنے کی کوششیں کی ہیں جنھیں بہت حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ فلمی منظرناموں کو شائع کرنے کا ایک مقصد جہاں اردو زبان و ادب کی اس روایت کو جو مغل اعظم، انارکلی، پاکیزہ، رضیہ سلطانہ، بازار وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں کو محفوظ کرنا ہے وہیں دوسری جانب ان طلبا و طالبات کو اس تکنیک سے باخبر کرنا بھی مقصود ہے جو اسکرپٹ اور مکالمہ نگاری کے میدان میں اپنا مستقبل بنانے کے خواہش مند ہیں۔ اردو زبان و ادب میں منظرنامہ ایک نئی صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی تعریف یوں وضع کی گئی ہے کہ ''بصری

پیکروں کا سلسلہ جو کہانی کا روپ دھارن کر لے، وہی منظرنامہ ہے''۔ اس سمت میں سردست گلزار صاحب نے پہل کی ہے اور انھوں نے کونسل کو 'آندھی' اور 'خوشبو' کے منظرنامے اشاعت کے لیے فراہم کیے ہیں۔ اس کے لیے کونسل ان کی بے حد مشکور و ممنون ہے۔ مزید منظرناموں کی حصولیابی کے لیے کونسل سنٹرل بورڈ آف فلم سرٹیفکیشن سے رجوع کر رہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انھیں شائع کیا جاسکے۔

اہلِ علم سے گزارش ہے کہ کونسل کی اس نئی کاوش کے بارے میں ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس ضمن میں ایک مربوط اشاعتی پروگرام مرتب ہوسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

دیباچہ

بصری پیکر کو منظر کہتے ہیں اور مناظر میں کہی گئی کہانی کا نام منظر نامہ ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایک اسکرین پلے ہے، دوسرا سینیریو (Scenerio) دونوں تقریباً ایک سے ہیں لیکن اسکرین پلے میں 'ڈزولو' اور 'کٹ' اور دوسری تکنیکی ہدایات بھی لکھ دی جاتی ہیں، جو ڈائرکٹر کی مدد کرتی ہیں۔ اس میں 'سیٹ' یعنی 'محل وقوع' اور منظر کا وقت بھی درج کیا جاتا ہے۔ (یعنی منظرنامہ صبح، شام، رات یا دوپہر، کس وقت کا ہے)۔ یہ تفصیلات ڈائرکٹر کے لیے تبھی ضروری ہوتی ہیں، جب وہ اسکرین پلے کو فلماتا ہے۔ ورنہ یہ تکنیکی ہدایات پڑھنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ اس لیے عام قاری کے پڑھنے کے لیے سینیریو ہی زیادہ موزوں ہے، تاکہ وہ اسے ایک ناول کی صورت بنا کسی رکاوٹ کے پڑھ سکے۔ اسی کا نام منظر نامہ ہے۔

ادب میں منظر نامہ ایک مکمل فارم بھی ہے۔ جس کی پہلی مثال جو میری نظر سے گذری، وہ ڈی سیکا کا منظرنامہ 'امریکہ امریکہ' تھا۔ اس ڈائرکٹر نے وہ منظرنامہ پہلے لکھا، شائع کیا اور بعد میں اس پر فلم بنائی۔ ادب میں بہت سے مصنف ہیں جو اپنے ناول بھی تقریباً منظرنامے کی شکل میں لکھتے ہیں۔ شرت چندر کے بیشتر ناول اس فارم کے بہت قریب ہیں۔

یہ منظرنامے پیش کرنے کا ایک مقصد قاری کو اس فارم سے متعارف کرنا بھی ہے اور دوسرے یہ کہ ٹی وی اور سینما سے دلچسپی رکھنے والے شائقین یہ دیکھ سکیں کہ ناول کو کس طرح منظرنامے کی شکل دی جاتی ہے۔ میرے لیے یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ

میں منظرکشی پر کسی مہارت کا دعویدار نہیں-- کوئی دوسرا ڈائرکٹر یا مصنف، ہوسکتا ہے مجھ سے بہتر منظرنامہ تخلیق کرلے۔

منظرنامے کا اندازِ بیان عموماً اوریجنل کہانی سے الگ ہوجاتا ہے اس لیے وہ اصل کہانی یا ناول یا سوانح عمری کا نیا Interpretation بن جاتا ہے جس کی مثال چند مشہور فلموں سے دی جاسکتی ہے جیسے فلم 'انارکلی' اور 'مغلِ اعظم' ایک ہی ڈرامے سے ماخوذ کیے گئے ہیں۔ 'دیوداس' جتنی بار بنی، اور کئی زبانوں میں بنی، اس کا منظرنامہ بدلتا رہا۔ ٹی۔وی۔ کی آمد سے منظرناموں کی ضرورت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے افسانوں کے منظرنامے بھی لکھے جانے لگے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی، راجندر سنگھ بیدی، بھیشم ساہنی، منشی پریم چند اور دوسرے بے شمار ادیبوں کے افسانوں پر کام ہورہا ہے۔ بہت سے سیریل سیدھے منظر ناموں میں لکھے جاتے ہیں۔ ٹی وی کی فلموں کے لیے چونکہ وقت کی پابندی (طوالت، Duration) کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اس لیے منظر ناموں کے لیے اکثر ادب سے لیے گئے مشہور افسانوں کو کبھی مختصر کرنا پڑتا ہے، کبھی پھیلاؤ دینا پڑتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ میری یہ کوشش دوسروں کے لیے کارآمد ثابت ہوگی اور دوسروں کے تجربوں سے مجھے فائدہ ہوگا-- کوئی نئی راہ کھلے گی، کوئی نئی بات پیدا ہوگی۔

گلزار

خوشبو

'خوشبو' کے لیے خصوصی بات جو واضح کر دینا ضروری ہے، وہ یہ کہ منظر نامہ 'شرت چندر' کے پورے ناول پر مبنی نہیں ہے۔ 'پنڈت موشائے' میں پلاٹ بہت لمبا اور پیچیدہ بھی ہے۔ لیکن مجھے جس بات نے بہت زیادہ متاثر کیا تھا وہ برندابن اور کُسم کا آپسی رشتہ جو روایتی کہانیوں سے بہت الگ ہے۔ کُسم کی خودداری جو اُسے برندابن سے الگ بھی رکھتی ہے، اور جوڑے بھی رکھتی ہے اس لیے کہ وہ اُس کا حق ہے۔ منظر نامہ کے لیے میں نے کہانی کا صرف اُتنا سا حصہ اُٹھا لیا، کچھ ناول کے آغاز سے، اور کچھ آخر سے!

'خوشبو' نام کا بھی براہِ راست کوئی تعلق ناول سے نہیں ہے۔ 'جیتندر' خود اس فلم کے پروڈیوسر تھے۔ یہ فلم انھیں کے پروڈکشن ہاؤس میں بنی۔ میں ایک اور فلم جیتندر جی کے ساتھ بنانے والا تھا جس کا مرکزی کردار اندھا تھا۔ اُس کے لیے 'خوشبو' نام کا انتخاب ہُوا تھا۔ اور اُس کہانی کے لیے موزوں تھا۔ لیکن بعد ازاں وہ کہانی منسوخ کر دی گئی۔ لیکن فلم کا نام سب کو اتنا پسند تھا کہ تبدیل نہ ہُوا۔

گلزار

منظر - 1

گاؤں کا ماحول،کنواں جس پر پنڈت جی نہانے جارہے تھے. گاؤں کی عورتیں کنویں سے پانی بھر رہی تھیں. گاؤں کے اندر سے آتا ہوا کُنج، جس کے سر پہ ٹوکری ہے، اس میں ہر رنگ ہر قسم کا مال تھا. بچوں کے لیے کھلونے اور عورتوں کے لیے چوڑیاں، لالی، پراندے، مہندی اور پتہ نہیں کیا کیا سامان. آواز بھی لگا رہا تھا

کنج : مہندی، کنگھی، شیشہ، چوڑی والا۔

راستے میں پنڈت جی سے ملے ان سے رام رام کہا

کنج : پنڈت جی نمسکار......!

پنڈت : نمسکار...... جیتے رہو بیٹے......

کنج آگے بڑھ گیا. تبھی کچی سڑک پر سے، ایک لمبی سی کار تیزی سے دھول اڑاتی آئی. کنج دھول کی چپیٹ میں آگیا

کنج : رام— رام......

کنج پیچھے ہٹتا گیا کار تیزی سے آگے چلی گئی.

2

وہی کار ایک پرانی سی حویلی کے احاطے میں آ کر کھڑی ہوئی۔ ایک نوجوان لڑکا سوٹ بوٹ میں، کار سے نکلا اور حویلی کے دروازے پہ جاکر 'ڈور بیل' کھوجنے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر ہاتھ سے تھپتھپایا۔ اندر سے کوئی کھولنے نہیں آیا، کئی بار کھٹکھٹانے کے بعد۔ پھر کچھ سوچ کے پاس کے گملے سے ایک پتھر اٹھایا اور اس سے دروازے پہ آواز کی۔

گھر کے اندر سے ایک نوکر سن کر دروازے پر آیا اور اس نوجوان کو پہچان کر کہا

نوکر: ارے چھوٹے صاحب آپ؟ — نہ چھٹی، نہ پتری اور آپ......

سدھیر: ماں کہاں ہے؟

نوکر: اوپر اُنہی کے کمرے میں...... گاڑی سے سامان نکال لئی......؟

سدھیر: پیچھے ڈِگّی میں ہے......

ڈِگی نوکرسمجھ نہیں پایا

نوکر: گاڑی ماں نہیں ہے نہ کا؟

غصے سے سدھیر بولا۔

سدھیر: سٹوپڈ گاڑی کے پیچھے ڈگّی میں—

نوکر: ہم سمجھ گئے، آپ چلو ہم لے کر آتے ہیں۔

سدھیر ماں کے کمرے کی طرف چلاگیا

3

ایک بوڑھی سی عورت بستر پر لیٹی تھی
کچھ بیمار سی لگ رہی تھی،اُس نے سیڑھیوں
کی طرف دیکھا اور خوش ہوگئی

ماں: ارے بیٹے تو آ گیا۔

سدھیر قریب آیا ان کے پیر چھوئے اور پاس
ہی بستر پر بیٹھ گیا

سدھیر: ماں...... ماں تم بھی حد کرتی ہو، کب سے بیمار پڑی ہو، اور اب جا کر خبر دی......؟

ماں: کب کہاں؟ اب ہی کچھ دن سے تو بیمار پڑی ہوں......

سدھیر: اوہو ماں...... کم سے کم، مجھ سے تو پُوروی مت بولا کرو......۔

ماں: نوکر چاکروں سے بات کرتے کرتے عادت سی پڑ گئی ہے۔

سدھیر: اچھا ایک کام کرو...... اپنا سارا سامان باندھو اور چلو میرے ساتھ — شہر — وہاں چل کر میرے ساتھ رہو۔

ماں: نا...... نا ہم نہ جاب۔ میں نہیں جا سکتی پُرکھوں کا گھر چھوڑ کر!

سدھیر: ماں میں خوب سمجھتا ہوں، تم بہت سخت بیمار ہو، مجھے اس لیے خبر نہیں دی کہ میں تمھیں شہر نہ لے جاؤں۔

ماں: تم پریشان مت ہوؤ و بیٹا۔

تبھی نوکر سامان لے کر آ گیا اور دروازے پر سے ہی بولا

نوکر: وہیں گاڑی میں ہی رہا صاحب، ڈھونڈ لیا۔

سدھیر نے نوکر کو بلایا

سدھیر: ارے جوتے کا کا......

نوکر: ہاں صاحب۔

سدھیر: ماں کب سے بیمار ہے؟

نوکر: صاحب...... پچھلے منگل سے تاپ چڑھا رہے۔ سات دن ہوئی گوا۔

سدھیر: علاج کس کا چل رہا ہے؟

نوکر: فضلو حکیم ہے، ان کا علاج چل رہا تھا۔ اب لوگ کہتے ہیں ان کی نظر کمزور ہوگئی ہے ناڑی بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اس خاطر لیکھ راج وید کا علاج چل رہا ہے۔

سدھیر: ارے تم لوگ مار ڈالوگے ماں کو۔ ماں تم فوراً میرے ساتھ چلو۔

ماں: شہر وہر میں نہیں جا سکتی، بیٹا یہیں ٹھیک ہوجاؤں گی۔

نوکر: چھوٹے صاحب— بادل گاؤں میں ایک ڈاکٹر آیا ہے۔ اس کی بڑی تعریف سنی ہے۔

سدھیر: اس کو کیوں نہیں بلایا؟

تبھی ماں بول پڑی

ماں: جھمّن نے کہا تو تھا۔ لیکن میں نے ہی منع کر دیا۔ کیا پتا، وہ آئے گا کہ نہیں۔

سدھیر: آئے گا کیوں نہیں—!

ماں: ایسا ہی سنا تھا— کہ بڑی بھیڑ لگی رہتی ہے اس کے دواخانے میں— اور وہ کہیں آتا جاتا بھی نہیں—

سدھیر نے یہ سن کر نوکر کی طرف دیکھا:

سدھیر: نام کیا ہے؟

نوکر: برندابن صاحب!

4

برندابن ڈاکٹر سوئی لگانے کی تیاری کر رہا تھا— پاس بیٹھے، دو آدمی گاؤں والے آپس میں بات کر رہے تھے—

مریض کسان: ارے بھیّا، ہم بھی ٹھن گئے منولو کے کھیت میں—

دوسرا: اچھا......؟

مریض کسان: اس کی مینڈھ کو توڑ پھوڑ کر پانی کھول دیا۔

آدمی: بہت اچھا۔

مریض کسان: اور پھر اُو لاٹھی اور کلہاڑی چلی بھیا کہ خون خون ہوگیا۔

ڈاکٹر اپنا انجکشن تیار کرکے کھڑا ان کی باتیں سننے لگا

کسان: اِی دیکھیں ماتھے پر چار انچی کا گھاؤ لگا ہے۔

ڈاکٹر مریض کے قریب آکر اس کے ہاتھ پر سے کپڑا ہٹانے لگا......

ڈاکٹر برندابن: کپڑا ہٹاؤ......

کسان: سوئی لگاؤ گے......؟

گھبرا جاتا ہے وہ کسان — پاس میں بیٹھا دوسرا آدمی سوئی کو لگاتے دیکھ کر ڈر گیا

کسان: بس ڈاکٹر یہی بات تمھار بھلی نہیں لگتی ۔

ڈاکٹر برندابن: چار انچ کا گھاؤ کھا سکتے ہو کلہاڑی کا— اتنی سی سوئی سے ڈرتے ہو—

ڈاکٹر سوئی لگانے لگا۔ کسان صفائی میں کہا۔

کسان: کلہاڑی اور لاٹھی کا بات جانت ہیں، پر یہ چھوٹی سی سوئی سسری.....

ڈاکٹر تب تک سوئی لگا چکا ۔ پاس بیٹھا ایک آدمی یہ سب دیکھ کر بھاگ گیا۔

ڈاکٹر برندابن : کیوں..... درد ہوا کیا؟

کسان : ناہی..... ہم تو مجاک کرت رہے ڈاکٹر صاحب

تبھی دس بارہ برس کی لڑکی ساڑی پہنے

بولتی بولتی ڈاکٹر صاحب کے پاس آئی

کالی : میں تو یہ سنسار چھوڑ کے چلی ہی جاؤں، تو اچھا ہے۔ کاشی جا کر بیٹھوں تو ہی بھلا۔

ڈاکٹر صاحب نے تھوڑا سا مسکراتے ہوئے پوچھا

ڈاکٹر : اب کیا ہوا ماں—؟

کالی : کہا تھا نا، آ کر پوجا کا پرساد لے جاؤ؟ آخر مجھے ہی بھیجا نہ بڑی ماں نے؟ کتنے سارے کام پڑے ہیں— کون کرے گا سب— بتاؤ؟

ڈاکٹر برندابن : میرے بھی اتنے سارے کام پڑے ہیں ماں کون کرے گا؟ تو کرے گی؟

دروازے پر ایک چھوٹا سا لڑکا چار پانچ برس کا آیا — اُس نے کالی کو پُکارا۔

چرن : او ماں— چل نہ بلّی پکڑیں گے—

کالی : ٹھہر بابا آتی ہوں— ایک تو اس لڑکے نے مجھے بہت تنگ کر رکھا ہے۔ لو پرساد لو۔

ڈاکٹرنے تھوڑا سا پرساد لیا۔ وہیں ایک مریض چرن سے گویا ہُوا

مریض : یہ تمھاری ماں لگتی ہے؟

چرن : چُپ...... یہ تو بابا کی بھی ماں لگتی ہے۔

لوگ ہنس پڑے۔ تبھی تیزی سے سدھیر داخل ہُوا۔

سدھیر : ایکسکیوزمی ڈاکٹر آپ ہی ڈاکٹر برندابن ہیں؟

ڈاکٹر : جی......

سدھیر : دیکھیے میں...... سدی پور سے آیا ہوں— یہاں آس پاس میں کوئی ٹیلی فون بھی تو نہیں ہے۔

ڈاکٹر : کہیے کیا کام ہے—؟

سدھیر : میری ماں بہت سخت بیمار ہے— میں چاہتا ہوں آپ اسی وقت میرے ساتھ چل کر انھیں دیکھ لیں—

ڈاکٹر : چلیے۔

ڈاکٹر یہ کہہ کر اپنی کرسی سے اُٹھا اور الماری سے کچھ دوائیاں لینے لگا۔

سدھیر : ارے آپ تو مان گئے—

ڈاکٹر : کیا مطلب—؟

سدھیر : کہ آپ چل رہے ہیں نا—؟

ڈاکٹر : جی ہاں...... اگر آپ کہیں—

سدھیر : جی میں تو کہہ ہی رہا ہوں— لیکن— وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ آپ..... میں آپ کو واپس بھی چھوڑ دوں گا۔ میرے پاس گاڑی بھی ہے—

برندابن : بس پانچ منٹ۔ ایک دو مریض ہیں انھیں دیکھ لوں۔

سدھیر کے چہرے پر خوشی کی چمک آگئی۔

5

ایک بڑی سی کوٹھی کے باہر سدھیر کی گاڑی کھڑی تھی ڈاکٹر برندابن اور سدھیر گاڑی کے پاس آئے تو گاڑی کے بونیٹ پر چرن لیٹا ہُوا تھا۔

برنداابن : کیا کر رہے ہیں آپ—؟

چرن : ہم بھی چلیں گے—

برنداابن : ہم کام سے جا رہے ہیں۔

چرن : ہم بھی کام پر جائیں گے۔

سدھیر : یہ آپ کا بیٹا ہے—؟

برنداابن : جی ہاں...... باتوں سے نہیں لگتا۔

ڈاکٹرنے اپنے بیٹے چرن کو گاڑی سے اُتارا اور کچھ پیسے دیتے ہوئے کہا۔

برنداابن : چلو...... یہ لو...... پتنگ لے لینا—

چرن ایک طرف ہٹ گیا اور ڈاکٹر برندابن، سدھیر کے ساتھ گاڑی پر بیٹھ گئے

گاؤں میں ایک پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھا کنج کھلونے بیچ رہا تھا، جب چرن اس کے پاس آیا اور

کھلونا مانگا اور پیسے آگے بڑھائے

چرن : ہم کو بھی ایک ٹکی دے دو۔

کنج : ڈاکٹر برندابن کے بٹوا ہو کا—؟

چرن : ہاں—

کنج : کا نام ہے تمھارا—؟

چرن : چرن— کاہے پوچھ پڑتال کرت ہو، ٹک ٹک دؤنا—

کنج : کیسی خوبصورت دیہاتی بولتے ہو— لو......

ایسے بجاؤ—

کنج ٹک ٹک بجا کر بتلائی۔

چرن پیسے دینے لگتا ہے کنج کو، تو پیسے نہیں لیے اور کہا

کنج : ہم کو پیسے دیتے ہو، ارے ہم تمھارے ماما ہیں، ہم پیسے نہیں لیں گے—

چرن : تو پھر ایک اور دو نا—

کنج : ارے بھاگو یہاں سے، نہیں تو تمھارے بابا کو بول دیں گے—

بھاگ یہاں سے— ایک اور دو......

کنج ہنس پڑا—

اور اپنی پھیریکی آواز لگائی

کنج : مہندی، کنگھی، شیشہ، چوڑی— ارے چھوٹا بڑا بوڑھا بوڑھی—

ڈاکٹر برندابن سدھیر کی ماں کو دیکھ رہا تھا
اور سدھیر نے پُوچھا

سدھیر : کیا ہوا ڈاکٹر صاحب—؟

ڈاکٹر برندابن : گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں— کچھ دوائی یہاں دے دیتا ہوں، باقی دوائی، دواخانے سے آ کر لے لیجیے گا۔

تبھی سیڑھیوں سے ایک خوبصورت سی لڑکی کمرے میں آئی۔ اور وہیں پلنگ کے ایک کونے میں کھڑی ہو گئی۔ سدھیر کی ماں نے اس سے پوچھا

ماں : بوہت دیر کر دِین۔

کسم : متو آئی رہی گھر ماں—اُہی کے ساتھ رہی اُوئی لیے دیر ہوئے گئی۔

ماں : کا کہت رہی متو—؟

کسم : اُو کے تو خوب چاؤ چڑھا ہے بیاہ کا— دن رات بس لاڈ پیار میں لگی رہت ہے۔

ڈاکٹر کچھ دوائی نکال کر سدھیر کو دی

ڈاکٹر برندابن : یہ لیجیے دو گولی— ایک ابھی دے دیجیے گا، ایک شام کو دے دیجیے گا......

سدھیر : جی ہاں—

ڈاکٹر برندابن : میں ذرا ہاتھ دھو سکتا ہوں—؟

ماں : کسم..... ذرا ہاتھ دھلا دے ڈاکٹر بابو کے—

کسم : جی......

کسم نے پاس ہی پڑے پانی کے جگ کو اٹھالیا

ماں : یہیں برآمدے میں دھو لیجیے۔

ڈاکٹر برآمدے کی طرف گیا کسم پیچھے
پیچھے پانی کا جگ لے کر پہنچ گئی اور ہاتھ
دُھلانے لگی۔

تبھی پیچھے سے سدھیر نے ڈاکٹر کو اس کے
نام سے بُلایا

سدھیر : Actually ماں کو ہوا کیا ہے ڈاکٹر برندابن—؟

کسم ڈاکٹر برندابن سن کر چونک پڑی اور
جگ کا پانی ڈاکٹر کے کرتے پرجا پڑا

سدھیر : کسم— جاؤ جلدی سے ٹاول لے کر آؤ

اور کسم کے ہاتھ سے جگ لے لیا

ڈاکٹر : گھر میں کتنے لوگ ہیں—؟

سدھیر : کوئی آٹھ دس ! نوکر چاکر ہیں سب ملا کر۔

ڈاکٹر : ماں جی کا کون خیال رکھتا ہے—؟

سدھیر : یہی لڑکی کسم، یہیں پڑوس میں رہتی ہے، وہی دیکھ بھال کرتی ہے۔

سدھیر جگ سے ڈاکٹر کے ہاتھ دھلاتا رہا

ڈاکٹر برندابن : سب کو ٹیکے لگوا دو۔

سدھیر : کوئی چھوت کی بیماری ہے—؟

ڈاکٹر برندابن : یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا، لیکن یہ شک ہے کہ پلیگ ہونے کے آثار ہیں، میری ڈسپنسری میں بھی ایک دو کیسیز آچکے ہیں۔

ڈاکٹر یہ کہہ کر کمرے کی طرف آیا۔ ساتھ ساتھ سدھیر بھی۔ کسم ہاتھ میں تاول لیے کھڑی تھی۔ سدھیر نے کہا

سدھیر : میں نے ماں کو کتنی بار کہا، شہر چلتے ہیں۔ وہیں علاج کروا لیتے ہیں— کتنے اچھے اچھے ڈاکٹر ہیں وہاں!

کسم ڈاکٹر کو تاول دے رہی تھی اور ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ جیسے برسوں بعد کسی کو دیکھا ہو' اور اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو

ڈاکٹر برندابن : کیوں ہمارے علاج میں کوئی شک ہے—؟

سدھیر : (تھوڑا سا ہنس کر) ارے وہ نہیں Not That

ڈاکٹر برندابن : کیا نام ہے تمھارا؟ کسم ؟— تم بھی ٹیکہ لگوا لو—

ڈاکٹر کسم کا ہاتھ اپنی طرف کرتا ہے تو کیا پاتا ہے اس کے بازو پر گدنے سے کچھ لکھا ہوا تھا اور پھر اس کو جلا کر مٹایا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر ڈاکٹرنے پوچھ لیا

ڈاکٹر برندابن : یہ نشان کیسا ہے؟ اپنا نام مٹایا تھا کیا ؟

یہ سُنتے ہی کسم کی آنکھیں آنسوؤں سے

بھر گئیں۔ اور دوسرے پل اپنا ہاتھ کھینچ کر کمرے سے تیزی سے نکل گئی اور سیدھا اپنے گھر پہنچ گئی اور بچپن کی وہ یاد ابھر آئی جب اس نے اپنے باڑو پر ''برندابن'' کا نام گدوایا تھا۔

6

کم عُمر ایک لڑکا اورلڑکی بیٹھے ہیں اور لڑکی اپنے ہاتھوں پر برندابن کا نام گدوا رہی ہے

7

ایک حویلی کے باہرکا حصہ۔ ایک بیل گاڑی پر ایک لڑکی دلہن بن کر بیٹھی تھی اور برندابن کا پتا ایک بوڑھی عورت کو ڈانٹ رہا تھا

ٹھاکر صاحب : نکل جاؤ یہاں سے— کِسی لولے لنگڑے کے ہاتھ میں تھما دو
اپنی کسم کو، اِی اجڑ۔
گنوار سے برندابن کی شادی ناہیں ہوسکتی۔

کسم کی ماں : ایسا نا کہو— ہماری بٹیا کا جیون برباد ہو جائے گا۔

ٹھاکر صاحب نے کسم کی ماں کو دھکا دیا اور وہ اس بیل گاڑی کے پاس پہنچی جس پر

کسم بیٹھی تھی لال جوڑے میں

ٹھاکر صاحب : ای رشتہ تو وہی دن ٹوٹ گوا۔ جَون دن کسم کے باپ کے خون کا الزام ہم پر لگا دیا رہا — ہاں..... بول دیت ہیں، گردن دبائے دیب، جو مڑ کے اس گھر کی طرف دیکھا تو—

کسم دیے کی لَو سے اپنے ہاتھ پر لکھا برندابن کا نام جلا رہی تھی جب بوڑھی ماں آ کر اسے روکا

کسم کی ماں : ارے اِی کا— پاگل ہو گئی ہے کا— کاہے ہاتھ جَراوت ہے— بیٹی تمھارے بھاگیّے میں ہی وہ لکھ دیا گیا ہے تو پھر ہاتھ جلانے سے کیا فائدہ۔

کسم ماں کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگی

ماں : صبر کر— صبر کر—

کسم اپنے گھر کے چھوٹے سے مندر کے سامنے بیٹھی اپنی بچپن کی یادوں کو دہرا رہی تھی، کچھ دیکھ کر، تبھی کسی کے بلانے کی آواز آئی۔ تبھی منّو آ دھمکی

منّو : کسم..... ارے تو یہ کیا کر رہی ہے؟

کسم کے چہرے کو دیکھا جو آنسوؤں سے بھیگا ہُوا تھا ۔ گود میں پڑے دوپٹّے کو دیکھ کر، منّونے پوچھا

منّو : یہ تیری شادی کا دوپٹہ ہے نا، بچپن کا—؟

کسم : ہاں—

کسم سب کچھ پاس کی الماری میں رکھنے لگی

منّو : سُن...... برندابن سے ملی تھی کیا—؟

کسم : ہاں—

منّو : کہاں..... کیا بادل گاؤں گئی تھی—

کسم : نہیں— چودھرائین کے یہاں آئے تھے— مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا— سدھیر بابو نے انھیں نام سے بلایا تھا، تو پتہ چلا تھا۔

منّو : کوئی بات ہوئی—؟

کسم نے نا میں سر ہلایا

منّو : تجھے پہچانا—؟

کسم : نہیں—

منّو نے کسم کا بازُو پکڑ کر کہا

منّو : تو تو، یہ نشان دکھا دیتی نا۔ بتا دیتی، کیسے جلایا تھا اس کا نام—

کسم : دیکھا تھا— پہچانا نہیں—

منّو : لیکن اس کے سامنے ہی لکھایا تھا نہ بچپن میں—؟

کسم : اس سے کیا ہوتا ہے— میں تو اپنا پتی مان کے بیٹھی ہوں— لیکن ان کے لیے تو میں کچھ بھی نہیں، کوئی بھی نہیں......

اتنا کہہ کر کسم پھر رو پڑی منّو چپ کرانے لگی

منّو : پاگل ہوگئی ہے...... چھی...... چھی......

8

شام کے وقت، کسم آنگن میں لگی تلسی کی پوجا کر رہی تھی جب اس کا بڑا بھائی کنج گھر لوٹا۔ سر پر بڑا سا ٹوکرا، جس میں ڈھیر سارا سامان— کسم ٹوکرے کو اتارنے میں ہاتھ لگایا۔ کنج نے پُوچھا

کنج : کیا بات ہے، رسوئی ٹھنڈی دِکھ رہی ہے۔

کسم: ہؤں......

کنج : چودھرائین کے یہاں نہیں گئی کیا—؟

کنج ٹوکرے کے سامان کو ڈھکنے لگا

کسم : گئی تھی—

کنج : بڑی اداس نظر آرہی ہے! کوئی بات ہوئی—؟

کسم : نہیں......!

کنج ہاتھ منہ دھونے کے لیے چلاگیا اوروہی سے پُوچھا

کنج : سدھیر آیا ہے کیا......؟ موٹر دِکھی تھی مجھے آج...... چودھرائین کو لے کر شہر نہیں جا رہا ہے کیا......؟ لیکھ راج کی جڑی بوٹی کھا کے مرے گی وہ بھی...... لے کے جانے کو نہیں کہاسُدھیر نے؟

کسم جو چوکے میں چولھے کے سامنے بیٹھی کچھ بنانے لگی تھی، وہیں سے جواب دیا

کسم : کہا تھا—

کنج : پھر......؟ علاج کرانے وہ شہر نہیں جا رہی ہے کیا......؟

کسم : ڈاکٹر آئے تھے بادل گاؤں سے

کنج : وہ برندابن آیا تھا۔؟

کسم : ہوں......

کنج وہیں چولھے کے پاس گیا جہاں پر کسم بیٹھی تھی...... اور وہیں بیٹھ کر اپنے حقّے کی چلم میں جلتا ہوا کوئلہ بھرنے لگا اور ساتھ ساتھ بات چیت بھی کرتا رہا

کنج : تجھے دیکھا اس نے......؟

کسم : ہاں......

کنج : پہچانا نہیں......؟

کسم : پہچانیں گے کیسے......؟ کبھی دیکھا تھوڑے ہے۔

کنج : تو نے اسے کہاں دیکھا ہے— پندرہ برس کے بعد وہ آیا ہے شہر سے...... تجھے کیسے معلوم کہ وہی ہے؟

کسم : سدھیر بابو نے نام سے بلایا تھا۔

کنج : اُوہ...... !اچھا ہے بیٹااس کا، بہت اچھی دیہاتی بولتا ہے، چرن نام ہے اس کا—

یہ سن کر کسم کنج کی طرف دیکھا

9

ڈاکٹر برندابن کا بیٹا چرن اپنے گھر میں ہاتھ میں ایک گڑیا لیے ہوئے اپنے پتا کے پاس آیا اور کہا

چرن : بابا— بابا...... اس کے پیٹ میں درد ہے۔

گڑیا کو ہلانے پر وہ آواز کرتی تھی چرن نے کہا۔

چرن : دیکھا بولتی ہے۔

ڈاکٹر برندابن : تو ہم کیا کریں......؟

چرن : انجکشن دے دو نا......

ڈاکٹر برندابن : انجکشن رہنے دو...... ایسے ہی سلاؤ—

چرن : اس کے پیٹ میں درد ہے، سوئے گی کیسے—؟

ڈاکٹر برندابن : ایسا کر، ماں سے کہہ، وہ سلا دے گی۔

چرن : وہ تو پوجا کرتی ہے......

ڈاکٹر برندابن : میری ماں نہیں ہے...... ! اپنی ماں سے کہہ کالی ہے نا۔ وہ اسے سلا دے گی ......

تبھی برندابن کی ماں ہاتھ میں دُودھ کا گلاس لیے آگئی اس کی باتیں سن کر بولی

ماں : لا دے نا...... ماں ہی لا دے نا اسے...... ہم دونوں سکھی ہو جائیں گے— آ بیٹا لے......

دودھ کا گلاس چرن کو دینے لگی...... چرن نے اس گڑیا کو دادی ماں کی گود میں رکھ دیا اور وہ آواز ہُوئی' چوں'......

ماں : ارے......

چرن : جب روئے گی، چپ کرا لینا۔

چرن دودھ کا گلاس پینے لگا

ماں : اب، یہ کہاں سے لے آیا—؟

چرن : ماما نے دی ہے......!

ماں : اچھا ماما ملا ہے تجھے...... پیسہ ویسا لیتا نہیں۔

ماں : ہر تیسرے چوتھے، کوئی کھلونا دے دیتا ہے۔

برندابن جو کتاب پڑھ رہا تھا یہ سن کر ماں کی طرف دیکھا اور پُوچھا

ڈاکٹر برندابن : کون ہے یہ— ماما؟

ماں : کنج ہے رے—

ڈاکٹر برندابن : کنج کون......؟

ماں : وہ تیرا...... کسم کا بھائی......!

ڈاکٹر برندابن : بھائی......؟

ماں : وہ تھی نہ...... بچپن میں تیری شادی کی بات ہوئی تھی...... جس سے......

ڈاکٹر برندابن : نی...؟

ماں : بچپن میں تو اسے نی ہی بلایا کرتا تھا......

ڈاکٹر برندابن : کسم نام تھا اس کا؟ یہیں رہتی ہے وہ......

ماں : نہیں...... تیرا بیاہ ٹوٹ جانے کے بعد...... وہ لوگ سدّی پور جا کر بس گئے۔

سوچتے ہوئے ڈاکٹر اپنے آپ سے کہا

ڈاکٹر برندابن : سدّی پور— کسم...... آج جس لڑکی کو دیکھا تھا......

تبھی کالی نام کی لڑکی، جس کے ساتھ چرن
کھیلتا ہے اور اس کو ماں بھی کہتا ہے، آگئی

کالی : ہائے رام...... پتہ نہیں کب فرصت ملے گی...... ان سب کاموں سے...... ارے ! ابھی تک لڑکے نے دودھ نہیں پیا......

چرن : پی تو لیا...... لے جا......

چرن نے اپنے ہاتھ کا گلاس کالی کو دے دیا
کالی اس برہمانی عورت کی لڑکی ہے جو ان کے
یہاں کھانا وغیرہ بناتی ہے۔ کالی بولتی ہے۔

کالی : آپ لوگ تو خراب کر دیں گے لڑکے کو...... آجا بیٹا......

چرن کو لے کر کالی چلی گئی اور ڈاکٹر
برنداہن کی ماں بول پڑی

ماں : کیسا ماں بیٹے کا پیار پڑا ہے ان دونوں میں دیکھا؟...... تیری کسم بھی چھوٹے پن میں یہی کرتی تھی۔

ڈاکٹر برندابن : کسم مجھے اپنا بیٹا کہتی تھی......؟

یہ سن کر ماں ہنس پڑی

ماں : نہیں رے...... وہ تو تجھے پتی کہتی تھی...... چھ برس کی تھی...... کہتی تھی تیرے لیے کروا چوتھ کا برت رکھے گی......

یہ سن کر ڈاکٹر برنداہن کے چہرے پر ایک
سرخی ابھر آتی ہے

10

کسم اور منّو دونوں سہیلیاں گاؤں کی
گلیوں سے نکلتی ہوئی کہیں جا رہی تھیں...... منّو
کا بیاہ برنداہن کے کمپاؤنڈر سے ہونے والا تھا۔

اسی کو لے کر ساری باتیں ہو رہی تھی

کسم : تیری اچھا یہی ہے کہ شرد پورنیما میں تو یہاں نہیں رہے گی......

منو : نہیں بادل گاؤں میں رہوں گی نہ، اپنے سسرال میں۔

کسم : بس دو ہی مہینے رہ گئے ہیں تیرے بیاہ کو

منو : وہ تو اسی مہینے کہہ رہے تھے، جب آئے تھے......

کسم : وہ آئے تھے؟

منو : ہوں!

کسم : تونے دیکھا اسے......؟

منو : لو...... میں تو ملی بھی ہوں......

منو : کچی مڑھی...... وہ جو کھیتوں کے راستے میں ہے، وہیں پر......

کسم : ہائے ...... موئی تجھے ڈر نہیں لگتا...... اکیلے چلی گئی تھی......

منو : برجو نے سندیشہ بھیجا تھا تو چلی گئی۔

کسم : تو تو نام بھی لیتی ہے اس کا—

منو : تو کیا ہوا...... تو بھی تو لیتی تھی—

کسم : اصلی نام تھوڑے لیتی تھی......

کسم : وہ بھی چھٹپن میں مجھے نی بلاتے تھے...... اور میں مٹھو......

منو : اچھا کسم...... اب اگر تجھے وہ لینے آئیں گے، تو جائے گی ان کے ساتھ —؟

کسم : میں کیوں جاؤں—

منّو : تو پتی بھی مانتی ہے اور پھر بھی……

کسم : میں مانتی ہوں، وہ تو نہیں مانتے—

منّو : تجھے کیسے پتا ہے کہ وہ نہیں مانتے—

کسم : مانتے تو شادی کیوں کرتے— اس لڑکی سے— ایسی گئی گزری تھوڑے ہوں…… سہاگ بھی لوں گی، وہ بھی خیرات میں…… میں جاتی ہوں۔

کسم اپنے گھر کی طرف مُڑ گئی اور منّو اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھرمڑ کر اپنے گھر کی طرف چل دی

ڈاکٹر برندابن سائکل پر سوار ہوکر چودھرائن کو دیکھنے اس کے گھر پر آئے۔ سائکل پر ان کا بیٹا چرن بھی تھا۔ سائکل ایک جگہ کھڑی کر اور بیٹے کو وہیں کھڑا رہنے کو کہہ کر خود گھر کے اندر چلے گئے

ڈاکٹر برندابن : تم یہیں رکو، ہم ابھی آتے ہیں— ٹھیک سے رہنا……

ڈاکٹرنے اپنا بیگ سائکل کے کیرئر سے اُٹھایا اور اندر جانے لگااُسی وقت بیٹے نے پیچھے سے آواز لگائی

چرن : بابا...... بابا یہ غلیل رہ گئی آپ کی...!

ڈاکٹر ہنس پڑا اور اس کے ہاتھ سے Stethoscope لے کر اندر چلا گیا

11

کسم سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی تبھی اس کی نگاہ ڈاکٹر پر پڑی۔ ڈاکٹر سیڑھیوں سے اوپر چودھرائین کے کمرے میں جا رہا تھا۔

ایک پل کو ڈاکٹرنے وہیں سیڑھی پر رک کر کسم سے پوچھا

برندابن : سنو تم کنج کی بہن ہو—؟

کسم : ہوں......!

برندابن : تمھیں یاد ہے، میں تمھیں بچپن میں کیا بلایا کرتا تھا......

کسم چپ رہی

برندابن : ...... مجھے پہچانتی ہو نا......؟

کسم : جی.. بہت اچھی طرح پہچانتی ہوں۔

اور اتنا کہہ کر کسم سیڑھیوں سے نیچے کی طرف چلی گئی

ڈاکٹر چودھرائن کے کمرے میں پہنچا
چودھرائن بستر پر لیٹی تھی، اٹھ کر بیٹھنے کی
کوشش کی

برندابن : نمستے موسی ماں—

چودھرائن : نمستے...... بیٹا

برندابن : لیٹے رہئے—

چودھرائن : ٹھیک ہے بیٹا۔

پاس رکھے اسٹول پر ڈاکٹر بیٹھ گیا— تبھی
دروازے پر گھر کی ایک دوسری نوکرانی آکر
کھڑی ہوئی اسے دیکھ کر چودھرائن پوچھ لیا

چودھرائن : کسم کہاں ہے رے......؟

نوکرانی : نیچے ہے ہم کا بھیجن ہیں کونو کام ہو تو ہم کا بتائی دیں۔

چودھرائن : کام ہو جائے، تو بھیج دو اُوپر۔

برندابن : شاید ڈر گئی......کہیں ٹیکہ نہ لگا دوں......

چودھرائن : بڑی اچھی لڑکی ہے بیچاری......

برندابن : اچھی ہے تو پھر بے چاری کیوں......؟

چودھرائن : بے چاری نہیں تو کیا...... بڑی ضدّی ہے مگر...... بچپن میں شادی
ہو کے ٹوٹ گئی تھی...... پھر بیاہ نہیں کیا اس نے—

یہ سن ڈاکٹرنے چودھرائن کی طرف دیکھا
جیسے اُس کا دُوش ہو

چودھرائن : بہت سمجھایا، ماں نے، بھائی نے، پر ایک نہیں مانی......

برندابن : کیا...... شادی نہیں کی اس نے......؟

چودھرائن : ہونے کو کیا— آج ہو جائے— پر مانے تب نا— نہیں تو ایسی لڑکی کے لیے ور کی کوئی کمی ہے کیا—

ڈاکٹر برندابن : لیکن کیوں نہیں کرتی شادی—؟

چودھرائن : بس اُسی کو پتی مان کر بیٹھی ہے— سمجھاتے سمجھاتے ماں گزر گئی— اور بھائی ہے کہ وہ خود بھی شادی نہیں کر سکتا، جب تک بہن کا نہ کر دے کچھ—

ڈاکٹر چودھرائن کی باتیں سُن رہا تھا پھر
کچھ سوچ کر تھرمامیٹر لگایا چودھرائن کو

12

کسم کچن کی کھڑکی سے سائکل پر بیٹھے
چرن کو دیکھا، جو سائکل کی گھنٹی بجا رہا تھا۔
کسم اُس کے پاس آگئی۔

کسم : تمھارا نام چرن ہے نا—؟

چرن : نہیں—

کسم : تو—

چرن : میں کیوں بتاؤں—؟

کسم : اچھا تو لڈو کھاؤ گے......

چرن : نہیں—!

کسم : کیوں—

چرن : بابا...... نے کہا ہے سب کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔

کسم : سب کے ہاتھ کا تھوڑے کہہ رہی ہوں۔

کسم : اپنی ماں کے ہاتھ کا بھی نہیں کھائے گا۔؟

کسم نے یہ بہت دھیرے سے پُوچھا تھا
اور چرن اس کا جواب زور سے بول کے دیا

چرن : تم ماں تھوڑے ہی ہو......

کسم نے تھوڑا گھبرا کے اور مسکرا کے چرن
کے چہرے پر ہلکی سی چپت لگاتی ہے اور کہتی ہے

کسم : بدمعاش......!

13

ڈاکٹر برندابن چودھرائن کے کمرے میں کھڑا
دو پڑیا دوائی کو بنا رہا تھا اور چودھرائن سے
کہہ رہا تھا

برندابن : یہ دو گولیاں ہیں...... وہ لڑکی ہے نا کسم اسے کھلا دیجیے گا۔ ٹیکہ تو

وہ نہیں لگوائے گی لیکن احتیاط برتنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر اپنا بیگ بند کیا اور جانے کو تیار ہوگیا

کچن میں چرن بیٹھا کسم کے ساتھ لڈّو کھا رہا تھا...... اُس نے پانی مانگا

چرن : پانی دو نا۔

کسم : اور لڈو نہیں کھاؤ گے......؟

چرن : نہیں—

کسم پانی لینے کھڑی ہوئی — گلاس میں پانی بھرا اور چرن کے پاس آئی

کسم : پہلے ماں کہو، پھر پانی دوں گی۔

چرن نے ہاتھ بڑھا کر گلاس لینا چاہا پانی کا......

چرن : پانی دو نا......

کسم : پہلے ماں کہو پھر پانی دوں گی۔

کسم نے دھیرے سے کہا پر چرن ماں کہنے کو تیار نہیں

چرن : پہلے پانی دو—

کسم : پہلے ماں کہو—

چرن کھڑا ہو گیا اور کسم کے ہاتھ سے پانی چھیننے لگا۔

کسم : بولو..........

چرن : چھوڑو نا—

کسم : نہیں چھوڑوں گی—

چرن : چھوڑتی بھی نہیں، پانی بھی نہیں دیتی—

کسم : پہلے ماں بولو—

دونوں میں چھینا جھپٹی چلتی رہی پھر ایک پل کو چرن نے منہ چڑھا کر ماں کہا اور بھاگ گیا

چرن : ماں—

کسم بھی اُٹھی پانی کا گلاس لے کر، تودیکھا وہیں کچن کے دروازے پر برندابن یہ سب دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے کسم اپنی شرم چھپانے کے لیے کہتی ہے

کسم : وہ پانی مانگ رہا تھا۔

برندابن : لاؤ مجھے پلا دو......

کسم نے برندابن کی طرف گلاس بڑھا دیا۔ ڈاکٹرنے کسم کی طرف دیکھتے ہوئے پانی پی لیا۔ پھر گلاس دے کر جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا— تبھی چرن سائکل کی گھنٹی بجانے لگا اور برندابن بغیرکچھ کہے وہاں سے چلا گیا۔ اور کسم

گلاس کو دونوں ہاتھوں میں لیے برندابن کو جاتے
دیکھتی رہی۔

14

برندابن اپنے گھر میں ماں کے سامنے بیٹھا
کسم کے بارے میں ماں سے پُوچھ رہا تھا۔

برندابن : کسم کو ان سالوں میں تم نے کبھی دیکھا ہے ماں—؟

ماں : نہیں...... تم نے دیکھا ہے۔؟

برندابن : ہاں— سدّی پور گیا تھا۔ چودھرائن کے گھر— چودھرائن۔ بیمار ہے نا— وہی دیکھا اسے— ملا بھی— بڑی غریب حالت میں ہیں وہ لوگ—

ماں : ہاں......کبھی اچھا کھاتا۔ پیتا خاندان تھا۔

برندابن : اچھا— وہ شادی کیوں ٹوٹ گئی تھی ماں—؟

ماں : زمینوں کے جھگڑے پڑ گئے تھے بیٹا، اسی دنگے فساد میں کنج کے پتا مارے گئے— لوگوں نے تیرے باپو جی پر دوش لگا دیا— کچھ دنوں بعد تیری جان کی دھمکیاں ملنے لگیں ہمیں۔ اس لیے تجھے تیرے ماما کے پاس بھجوا دیا بس اسی میں شادی ٹوٹ گئی— اور وہ لوگ یہاں سے چھوڑ کے کہیں اور چلے گئے— اس کے کچھ سال بعد کسم کی ماں پھر آئی، کسم کو چھوڑنے پر، پر تیرے بابو جی نہیں مانے—

برنداابن : سنا ہے بابو جی نے بہت بے عزتی کر کے گھر سے نکال دیا تھا—
انہیں—

ماں : ان کا غصہ جو تھا نا وہ— آگا پیچھا سب بھول جاتے تھے—

برنداابن اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا
ہوگیا اور بغیر ماں کے طرف دیکھے کہا

برنداابن : وہ پچھلا جھگڑا ختم نہیں کیا جا سکتا ماں—؟

ماں نے ایک بار اپنے بیٹے کی طرف دیکھا
برنداابن نے پھر کہا

برنداابن : اس لڑکی نے ابھی تک شادی نہیں کی۔

ماں : کیا کہہ رہا ہے تو......؟

برنداابن : ٹھیک کہہ رہا ہوں ماں— ابھی تک اسی بچپن کے رشتے کو مان کر
بیٹھی ہے۔

ماں، بیٹے کی اس بات کو سن کر حیران رہ گئی

15

کنج گاؤں کے راستے سے آ رہا ہے۔ چرن اس
کے کرتے کو پکڑے جیسے کھینچتا ہوا اپنے گھر لے
جانا چاہتا تھا کنج کے سر پر ٹوکری تھی اور چرن
سے پوچھ رہا تھا

کنج : اچھا بتاؤ تو سہی کیوں بلایا ہے ماں نے؟

چرن : ماں نے نہیں، بڑی ماں نے—!

کنج : ہاں ہاں بہت بڑی ماں ہیں، مگر بلایا کیوں ہے—؟

چرن : مجھے کیا پتا— مجھ سے بتاتی تھوڑے ہیں۔

کنج : چل بھائی۔ چل—

16

ڈاکٹر برندا کی ماں کمرے سے پان کا ڈبا لیے ہوئے نکلیں، برآمدے سے ہوتے ہوئے آگے بڑھیں تبھی کنج اور چرن آپہنچے کنج نے ماں جی کے پیر چھُوئے

کنج : پائیں لاگوں۔

ماں : جیتے رہو بیٹا، جیتے رہو...... آؤ بیٹھو

آنگن کی سیڑھیوں پر نیچے کنج بیٹھنے لگا۔
ماں جی نے اُسے اوپر بیٹھنے کو کہا اپنے برابر

کنج : بس میں یہیں ٹھیک ہوں......

ماں : ارے اوپر بیٹھو—

کنج : نہیں......نہیں......

ماں : کیوں رے کنج، ہفتے میں دو بار گذرتا ہے گاؤں سے ،اور یوں ہی بغیر ملے چلا جاتا ہے۔

کنج : بس وہ ......ماں جی، کام دھندے کی جلدی میں نکل جاتا ہوں ذرا۔

ماں : کام دھندھا جو کرتا ہے، مجھے معلوم ہے— بچوں کو مفت میں کھلونے بانٹتا ہے، کمائی کیا ہوتی ہوگی تیری—؟

کنج : کمانے کے لیے اپنا ہی گھر رہ گیا ماں—؟

تبھی گھر کی ایک نوکرانی گلاس میں شربت
لے کر آگئی اور ماں جی نے اپنے ہاتھ سے کنج کو دیا
ماں نے چرن سے کہا

ماں: تُو جا ......کالی ماں کے ساتھ کھیل۔

چرن : وہ تو ختم—

ماں : ختم مطلب—؟

چرن : یہ تو کہتی ہے، وہ تو ندی میں ڈوب کے مر گئی۔

ماں : ایسی باتیں نہیں کرتے— چل لے جا اسے—

نوکرانی نے ہنس کر سمجھایا چرن کو

نوکرانی : وہ مچھواروں کے جال میں پھنس گئی تھی، وہ اسے بچا کر لے آئے ہیں— چل میرے ساتھ۔

یہ سن کنج بھی ہنس پڑا نوکرانی چرن کو
گود میں اٹھا کر لے گئی۔

کنج : کون ہے یہ کالی؟

ماں: یہ تاری ہے نا برہمانی گھر میں کھانا پکاتی ہے اس کی بیٹیے۔ اسی گھر میں پلی ہے، اتنی گھل مل گئی ہے چھوٹے چرن کے ساتھ کہ پوچھو مت۔

کنج : چرن بھی تو بہت پیارا بچہ ہے ماں جی،

ماں : تو کب کوئی بال بچے کی خبر سنائے گا ہمیں—؟

کنج : ابھی تو میں نے شادی بھی نہیں کی ہے ماں جی—

ماں : تو تؤ شادی کب کرے گا—

کنج یہ سن کر تھوڑا سا سنکوچ میں آ گیا۔

کیا کہے، کیا نہ کہے، تبھی ماں جی بول پڑی—

ماں : سنا ہے تو بہن کے لیے بیٹھا ہے۔

کنج نے ماں کی طرف دیکھا۔

ماں نے پھر سے کہنا شروع کیا

ماں : دیکھ بیٹا، کسم اب تک کنواری بیٹھی ہے یہ ٹھیک نہیں ہے

17

غصے سے کسم اُٹھی اور کنواری شبد پر ناراض ہوکر اوز اپنے بھائی سے کہا

کسم : 'کنواری' کہتے ہوئے شرم نہیں آئی انھیں؟ اور تم نے بھی چپ چاپ سن لی ان کی،

کنج : پر وہ تو یہی مانتے ہیں نہ کسم، جب گونے سے پہلے رشتہ ٹوٹ گیا، تو شادی کیسی؟

کسم : تم بھی یہی مانتے ہو؟ ماں بھی یہی مانتی تھی نہ؟

کسم : جو مجھے لے کر گئی تھی ان کے دروازے تک—!

کنج : نہیں— ماں تو نہیں مانتی تھی— لیکن—

کسم : تم تو یہ بھی بھول گئے بھیا، کہ کتنی بے عزتی کی تھی ہماری ماں کی—

کنج : دیکھو کسم، اب پرانی باتیں کھودنے لگیں گے، تو صلح کبھی بھی نہیں ہوسکتی—

کسم : تمھیں کہا کس نے تھا، کہ صلح کرنے جاؤ ان سے—

کنج : میں کہاں گیا تھا۔ انھیں نے بلا کر بات چھیڑی۔

کسم : ہاں انھوں نے بلایااور تم چلے گئے— جیسے تیار ہی بیٹھے تھے، اس گھڑی کے لیے—

کنج : تو کیا کرتا—؟

کسم : کیا ضرورت تھی اس گھر میں جانے کی—

کنج : لو— میں کوئی اپنے لیے تھوڑا ہی گیا تھا، تیرے لیے جانا پڑا—

کسم : میرے لیے ان سے بھیک مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں

کنج : تُو تو سمجھتی نہیں بات کو—

کسم : مجھے سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، اور تمھاری جو سمجھ بوجھ ہے، میں جانتی ہوں۔

کنج کھانا کھا چکا تھا اس کی جوٹھی تھالی
اٹھا کر کسم اندر رسوئی میں جاتی ہے

کسم : جس نے دودھ پلایا۔ بس اسی کو مُونچھ لگا لیتے ہو۔ تم وہاں جانا چھوڑ دو۔ اور بہت سے گاؤں ہیں ایک بادل گاؤں کی پھیری نہیں لگنے سے ہم بھوکے نہیں مر جائیں گے۔

کنج : تُو تو چاہتی ہے بس تیرا حکم مان کر چلتا رہوں۔

کسم : گلاس دو—

کنج : چھوٹی ہے مجھ سے مگر حکم ایسے چلائے گی......

کسم : ......گلاس دو نا—

کنج پانی پی رہا تھا......

کنج : تم سے بڑا ہوں میں میری بھی کچھ مرضی ہے۔

کسم : بس اٹھو بھیا ہاتھ دھو لو......

کُسم چلی گئی اور کُنج اُٹھ گیا۔

صبح کے وقت کسم نہا دھو کر کھلے بالوں
میں کچن سے انگوچھے میں کچھ باندھتے ہوئے
باہر آئی اور آواز دی

کسم : بھیا گھر میں کچھ نہیں ہے۔ آتے ہوئے چکّی سے آٹا پسوا لانا:
میں وہاں سے۔........

دیکھا تو آنگن میں بھیا کہیں نظر نہیں آئے
اور جہاں اپنا کھلونوں کا ٹوکرا رکھتے ہیں وہ بھی
نہیں تھا

کسم : بھیا۔؟

اِدھر اُدھر دیکھا تو سامنے دروازے سے منّو
داخل ہُوئی ہاتھوں میں کُچھ کپڑے تھے۔

منّو : کسم۔ اری کا ہوا۔ کیا دیکھ رہی ہو۔؟

کسم : بھیا جانے کہاں چلے گئے۔

منّو : وہ...... وہ تو پھیری پر گئے ہیں۔ ابھی میں نے ان کو دیکھا
گھاٹ پر جاتے ہوئے ۔

کسم : روٹی کا ڈبہ تو یہیں پڑا ہے۔ اور بنا بتائے کبھی جاتے ہینہیں۔

منّو : تم نے پھر کسی بات پر ڈانٹا ہوگا۔

کسم : نہیں تو۔ کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو کیسے آئی؟

منّو : یہ دو چادریں بھجوائی ہیں نہ ماں نے۔ کڑھائی کے لیے۔

کسم : اور کتنا کچھ لے جائے گی جہیز میں؟۔ موئی۔

منّو : یہ لو، میں نے تھورے ہی کچھ کہا۔ خود ماں نے ہی تو کہا کہ دو
غلاف، دو چادر کڑھوا لے۔ کسم سے!... لے۔

منّو نے کھڑا کسم کے ہاتھوں میں ٹھونس دیا۔

کسم : اور وہ کیا دے گا تجھے؟ ٹھینگا—!

منّو : ٹھینگا کیوں— یہ دیئے تھے نا— کڑے شگن کے۔

منّو نے ہاتھ کے کڑے دکھائے

کسم : سنار سے پرکھوا لینا، کیا پتہ سونا ہے کہ پیتل

منّو : ہوں...... ایسا نہیں ہے میرا برجو—

کسم : چپ.. موئی بار بار نام لیتی ہے اس کا...... بلا پڑے گی تجھ پر،

منّو : میری بلا سے، میں چلی......

کسم : اتنی جلدی میں کیوں ہے، کیا پھر وہیں جانا ہے مکّی مُرڈھیر اُس سے ملنے—

منّو گھر کے باہری دروازے تک پہنچ چکی تھی اور وہیں دروازے سے جواب دیا۔

منّو : ہاں...... آہ ....

ہاں کہہ کر منّو نے دروازہ بند کیا ہی تھا کہ دوسرے پل ڈاکٹر برنداہن کی ماں چرن کے ساتھ دروازے پر نظر آئیں انہوں نے کُنج کو آواز دی

ماں : کنج— کنج......۔

کسم بھائی کا نام سن کر باہر آئی تودیکھا دروازے پر ماں جی اور چرن کھڑے ہیں۔ کسم سمجھ نہیں پائی وہ یہاں کیسے آگئیں۔ مگر ماں نے پہچان لیا۔

ماں : کسم ۔۔؟

کسم نے آگے بڑھ کر ماں کو پرنام کیا

کسم : ماں جی......

ماں : جیتی رہو بیٹی۔۔

چرن ماں جی کے پیچھے چھُپا تھا کُسم نے پکڑ لیا۔

کسم : کہاں چھپ رہے ہو جی۔۔ اس دن تو بھاگ گئے تھے۔۔

کسم ماں اور چرن کو لے کر اسی کمرے میں لے گئی

کسم : آپ بیٹھیے ماں جی، میں تکیہ لگاتی ہوں۔۔

کسم نے گاؤ تکیہ لا کر ماں جی کے پاس لگا دیا

کسم : کیا پئیں گے آپ؟ چھانچھ لاؤں۔۔!

ماں : نہیں بیٹی، ہم تو کھانا ہی کھائیں گے، دن میں۔۔! ہم دن یہیں کاٹنے آئے ہیں۔۔

یہ سن کر کسم تھوڑا سا گھبرا گئی اسے معلوم تھا گھر میں کچھ نہیں ہے

کسم : میں ابھی آتی ہوں۔۔

اتنا کہہ کر کسم کمرے سے نکل آئی اُسی وقت باہری دروازے سے ڈاکٹر برندابن بھی اندر آئے۔۔ کسم کچھ سمجھ نہیں پائی۔ ۔۔ڈاکٹر برندابن نے رسماً پُوچھا

ڈاکٹر : کنج بھیا ہیں—؟

کسم : ماں جی اندر بیٹھی ہیں—

ڈاکٹر برنداہن کمرے کی طرف چلے گئے۔ کسم کچن میں‌چلی آئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں‌آیا کیا کرے؟ گھر میں مہمان آئے تھے اور انہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آنگن کی طرف چرن آتا ہوا نظرآیا۔ کسم نے چرن کوآواز دی

کسم : چرن— اے چرن—

چرن چلا آیا

چرن : کیا ہے—؟

کسم : تیرے بابا ہیں نا—

چرن : کون......؟

کسم : ابھی جو اندر گئے ہیں—

چرن : ہاں—

کسم : انھیں یہاں بلاؤ—

چرن : کیوں—؟

کسم : اُن سے کام ہے—

چرن : کیا کام ہے—؟

کسم : کہا نا ان سے کام ہے—

چرن : ہاں مجھے معلوم ہے۔ پہلے لڈّو دیتی ہو، پھر پانی نہیں دیتی—

کسم ہنس پڑی

چرن : اچھا میں بابا سے کہہ دیتا ہوں۔

چرن لٹو پر رسی چڑھاتا ہوا واپس کمرے میں پہنچا جہاں پر ماں اور برنداہن بیٹھے تھے

ماں : کنج کہاں گیا ہے—؟

برنداہن : شاید باہر گیا ہے بتا کر نہیں گیا۔

چرن دادی کے پاس آیا

چرن : بابا......

پھر برنداہن کے پاس آتا ہے

چرن : بابا، وہ تمھیں بلا رہی ہے۔

ڈاکٹر برندا : وہ کون—؟

چرن : وہ— وہ کون ہے؟

چرن نے دادی سے پُوچھا

ماں : ایسا نہیں کہتے بیٹا—!

ماں نے برنداہن سے کہا

ماں : جا...... جا تجھے کسم بلا رہی ہے۔

ڈاکٹر جانے لگا تو چرن نے سمجھادیا

چرن : جلدی سے ماں بول دینا۔ نہیں تو پانی نہیں دے گی۔

دادی نے پُوچھا

دادی : کیا—؟

چرن : ہاں، مجھے ایک دن بولتی تھی۔ ماں بول نہیں تو پانی نہیں دوں گی۔

ماں اوربرندابن کی نظر ملی۔ اور ان کے
چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

رسوئی کے دروازے کی آڑ میں بیٹھی کسم
راہ دیکھ رہی تھی کہ برندابن نے آکر پُوچھا

برندا بن: تم نے بلایا مجھے—؟

کسم : ہاں—

برندا بن: کیوں—؟

کسم : اچانک آپ لوگ، اس طرح چلے آئے ہیں، بھیا بھی گھر پر نہیں ہیں......

برندا بن: کہاں گئے کنج بھیا—؟

کسم : وہ تو صبح ہی چلے جاتے ہیں پھیری پر—

برندا بن: لیکن آج تو انھوں نے ہی بلایا تھا—

کسم : بھیا نے بلایا تھا—؟

برندا بن: ہاں کھانے پر بلایا تھا، اور کہا تھا، وہ آج گھر پر ہی رہیں گے—

کسم کو حیران دیکھ کر برندابن نے پُوچھا

ڈاکٹر برندا بن: بتایا نہیں کنج بھیا نے—

کسم: نہیں تو—! ہاں..... شاید بھول گئے—

برندا بن: کچھ مُشکل ہو تو مجھے بتا دو میں.........

کسم: بازار چلے جاؤ اور کچھ سودا لا دو آج گھر میں کچھ نہیں ہے—

برندا بن کسم کی طرف ہی دیکھ رہا تھا

کسم: پیسے بھی نہیں ہیں میرے پاس۔ کنج بھیا کی جیب میں رکھے تھے ان کے ساتھ ہی......

برندا بن: جس ادھیکار سے سودا لانے کے لیے کہا ہے، پیسوں کی صفائی دے کر اسے کم مت کرو—

کُسم نے نظر اُٹھا کر دیکھا

برندا بن: لانا کیا ہے—؟

کسم: گاؤں کی چکّی یہاں سے بہت دور ہے میں وہاں تک اکیلے نہیں جاسکتی......

برندا بن: میرے ساتھ بھی تو نہیں جاسکتی— کہیں گاؤں والوں نے دیکھ لیا تو......

کسم بیچ میں بول پڑی

کسم: سبزی، ترکاری جو کھانا ہو، وہ بازار سے لے آنا اور پان بھی لے آنا، ماں جی کھانے کے بعد لیتی ہیں—

برندا بن: اچھا......؟

برنداہن مڑا جانے کے لیے تبھی کسم پیچھے
سے بولی

کسم : سنیے—

برندا بن: کہیے

کسم : ماں جی کیا کہیں گی— گھر بلایا تھا، کھانے کے لیے اور آپ ہی سے کہہ رہی ہوں کہ—

برنداہن : گھبراؤ نہیں کسم، اتنی سمجھ مجھ میں ہے— میں ماں سے کہہ کے جا رہا ہوں کہ چودھرائن کو دیکھ کر آتا ہوں۔باہر گاڑی بان ہے، سامان اس کے ہاتھ بھجوا دیتا ہوں۔ٹھیک ہے—

کسم نے رضا مندی میں سر ہلادیا

برندا بن: میں جاؤں—؟

کسم : کہیں سچ مچ ہی چودھرائن کے یہاں بیٹھ مت جانا جلدی لوٹنا، مجھے رسوئی بھی بنانی ہے۔

برنداہن : جو حکم—!

برنداہن وہاں سے گیا تو کسم اسے جاتے ہوئے
دیکھتی رہی

18

کسم جوٹھے برتن اٹھا کر رکھ رہی تھی۔ لگتا تھا سبھی لوگوں نے کھانا کھا لیا ہے۔ کسم نے ہاتھ دھو کے پان لیا اور ماں جی کے پاس آئی اور ان کو پان پیش کیا

کسم : پان ماں جی—!

ماں : اچھا یہ بھی جانتی ہے تو—

کسم : کوئی سیوا نہیں کر سکی آپ کی، رُوکھا سُوکھا جو بن پڑا........

ماں : نہ رے..... بہت اچھا تھا— اور اب تو تیرے ہاتھ کا ہی کھانا ہوگا، جب تک برندا بن کے پتا تھے، ان کی ضد چلتی تھی، اب بیٹے کی ضد آ گئی ہے سو وہ بھی مان لی، کیا کریں—!

پاس کھڑی کسم یہ سن کر تھوڑی سی سہم گئی جیسے اُن کا من نہیں ہے بلکہ بیٹے کی ضد مان رہی ہیں

تبھی بھاگتا ہوا چرن دادی کے پاس آیا اورکہا

چرن : ماں— چلو نا گاڑی تیار ہے—

ماں کھڑی ہوگئیں۔ چرن نے پان کا ایک ٹکڑا مُہنہ میں ڈال لیا۔ ماں نے سونے کے کنگن پلّو سے نِکالے اور کسم کے ہاتھ میں دیئے جیسے سب کچھ طے ہوگیا

ماں : یہ لے، شگن کے ہیں، باقی باتیں کنج سے کر لوں گی۔

اور اتنا کہہ کر وہ وہاں سے چل دیں۔ کسم ان کنگنوں اور ماں جی کو دیکھتی رہ گئی

رات ہو چکی تھی کسم نے لالٹین جلائی اور اس کو پاس کی کھونٹی پر ٹانگ دیا، تبھی کنج بھی سر پر ٹوکری لیے آ گیا، دونوں خاموش رہے..... کنج ہی بولتا ہے، ٹوکرا اتارتے ہوئے کسم نے ہاتھ لگایا

کنج : بہت دیر ہو گئی نہ آج۔؟

کنج : ..... وہ جنک پور چلا گیا تھا میں۔........

کسم چپ ہی رہی

کنج : واپسی میں میکھو کیکشتی میں آنا پڑا۔

ہاتھ پیر دھونے کے لیے چلا گیا

کنج : ندی میں چلتے چلتے دم پھول گیا آج میرا۔ ....

کنج سب کچھ گھبرا کر ڈر کر بول رہا تھا اس لیے غلط سلط بول رہا تھا، لیکن کسم چپ تھی وہ کچھ نہ کچھ کام کرتی جا رہی تھی پھر اُس کے پاس آکر انگوچھا رکھ کے چلی گئی،کُنج بولے جارہا تھا۔

کنج : ہاٹ لگی تھی...... وہ ہاٹ— بہت بکری ہوئی، پیسے اچھے ملے، تیرے لیے ساڑھی لایا ہوں—

کسم رسوئی میں کھانا پروس رہی تھی. کنج ہاتھ منہ پوچھتا ہوا چارپائی پر آبیٹھا اور کسم وہیں کھانا لے آئی

کنج : کوئی— آیا گیا تو نہیں تھا نا گھر میں—

پہلی بار کسم کچھ بول لی

کسم : ہوں—

کنج : نہیں......؟

کسم : کیوں کوئی آنے والا تھا کیا—؟

کنج : نہیں، وہ صبح میں جلدی چلا گیا تھا۔ نہ اس لیے—!

کسم : ڈاکٹر آئے تھے بادل گاؤں سے—

کنج : آئیں...... اچھا......

کسم : ماں اور چرن بھی تھے ساتھ میں...... کل بادل— بادل گاؤں کی طرف جاؤگے—؟

کنج نے کھاتے ہوئے کہا

کنج : نہیں— نہیں سوچا تو نہیں تھا۔

کنج : تم کہتی ہو— تو—

کسم : کل چلے جانا،

کنج : بادل گاؤں—؟

کسم : ہاں......

کسم نے پلّو سے باندھے ہوئے شگن کے کنگن،
کھولے

کسم : ماں کے یہ دو کڑے رہ گئے ہیں— اُنھیں واپس دے دینا۔

وہیں چارپائی پر کسم نے کنگن رکھ دیے

کنج : رہ گئے مطلب—؟

کسم : ماں نے اسنان کرتے سے اتارے تھے۔ وہیں بھول کر چلی گئیں— کل جا کر واپس کر دینا—

19

برنداین اپنی ماں سے بات کر رہا تھا۔ ڈاکٹر
جاننا چاہتا ہے کہ وہ سونے کے کڑے کیا کہہ کر دیے

برنداین : کڑے تو تم نے دیے ہیں ماں، لیکن کچھ کہا بھی کچھ بتایا بھی کہ، کیوں دیے ہیں کڑے—

ماں : اتنی بدّھو نہیں ہے بہو میری منگنی کے شگن کے لیے ہمیشہ کڑے ہی دیے جاتے ہیں، وہ سب سمجھتی ہے۔

برندا بن: لیکن تم نے کہا کیا۔ یہ لو کڑے—

ماں : نہیں رے...... کہہ کے آئی ہوں کہ کنج کو بھیج دینا میرے پاس، اس سے بہت وچار کرنا ہے مجھے—

ڈاکٹر برندا : تم بھی بڑی ہومیوپیتھک اسٹائل میں بات کرتی ہو ماں !

برندابن : جہاں انجکشن دینے کی ضرورت تھی، وہاں پُڑیاں دے کر چلی آئیں، تم نے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیا، جو کہنا تھا۔

ماں : کیا کہتی— یہ لے کڑے اور چل منڈپ میں—

ماں یہ کہہ کر ہنس پڑی

ماں : ارے— اتنا اتاولا کیوں ہو رہا ہے— صبح کنج آئے گا تو سب پتا چل جائے گا—

برندا بن: وہ بہت ابھیمان والی لڑکی ہے ماں— جس طرح ہم لوگ اسے چھوڑ کر بیٹھ گئے تھے— پتا نہیں مانے گی یا نہیں—

ماں : چھوڑی ہوئی کو پتی واپس لے لے، اس سے بڑا مان اور کیا ملے گا، کسی لڑکی کو— میں جو پھر سے گھر کی بہو بنا رہی ہوں اسے، کیا چھوٹی بات ہے۔

براندابن ماں کے اس ترک سے چپ ہو گیا

مگر کُچھ سوچ رہا تھا۔

20

ڈاکٹربرندابن کا کمپاؤنڈر دوائیوں کی

الماری سے کوئی دوا نکال رہا تھا جب برنداہن نے
پوچھا

برندا بن: برجو ذرا قونین کی گولیاں دینا وہاں سے...... اور وہ مکسچر بھی دینا—

برجو نے دونوں دوائیاں سامنے لا کر رکھ دیں

برجو : یہی چاہیے—؟

برنداہن : ہوں— ارے ہاں...... برجو وہ ہری ہر کو دوائی دے دی—؟

برجو : جی ہاں وہ تو ابھی لے کر گیا ہے۔

وہیں بیٹھا ایک مریض بول پڑا

مریض : ڈاکٹر صاحب آپ کے ساتھ رہتے رہتے، برجو آدھا ڈاکٹر ہو گیا ہے—

برنداہن : آدھا کیا— یہ تو پورا ڈاکٹر ہے—

ڈاکٹر برجو کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

برنداہن : اگر یہ نہ ہو، تو میں آدھا ہو جاؤں!

مریض : برجو بھیا۔ میری دوا دے دو۔

تبھی دروازے سے کنج آیا اور برنداہن کو ہاتھ
جوڑ کر نمسکار کیا

کنج : نمسکار بھائی صاحب—

برنداہن : آؤ کنج بھیا...... آؤ— بیٹھو—

کنج : یہاں— نہیں بھائی صاحب نہیں، میں یہاں نہیں بیٹھوں گا، کہیں مجھے بھی مریض سمجھ کر آپ نے سوئی لگا دی تو مشکل ہو جائے گی میری۔

ڈاکٹر کوئی دوا بنا رہے تھے بولے

برندا بن: تو پھر میری کرسی پر بیٹھو نا۔

کنج : نا بابا، نا، بھگوان کا نام لو— میں تو اندر جا رہا ہوں، ماں جی کے پاس! بہت ضروری بات کرنی ہے ان سے—

برندابن : ٹھیک ہے، میں بھی چلتا ہوں۔

پھر کچھ سوچ کر بولا

برندا بن: نہیں کنج بھیا، تم ہی جاؤ، کہیں ماں یہ نہ سمجھ بیٹھیں، اُتاولا کہیں کا— کام چھوڑ کر چلا آیا۔

کنج : اچھا میں جاتا ہوں۔

برندابن نے ہاتھ کی دوائی مریض کو دے دی

ڈاکٹر برندا : یہ لو—

21

کنج گھر کے آنگن میں پہنچا ۔ راستے میں چرن چھوٹی والی سائکل چلا رہا تھا،

چرن : ماما...... ماما آ گئے......

کنج : نمستے— نمستے بیٹا— نمستے ماں جی—!

ماں جی آنگن میں پڑی چارپائی پر بیٹھی پان
لگا رہی تھیں۔ وہیں پاس میں کالی بھی کھڑی تھی

کنج : پرنام ماں جی—

ماں : آؤ...... آؤ کنج— جیتے رہو......

کنج : ماں جی جلدی سے منہ میٹھا کر دیجیے— میں بہت اچھی خبر لایا ہوں—

ماں : کیوں نہیں، کیوں نہیں، بیٹھو تو— کالی— پلیٹ میں مشری ڈال کے ان کے لیے لے آؤ۔

کنج : جلدی سے—

کالی کے جاتے ہی کنج بھی ماں جی کے اور
قریب آکر بیٹھ گیا— اور ہنستے ہوئے پُوچھا

کنج : اچھا ماں جی—

ہاتھ کے انگوچھے سے کچھ نکالنے لگا

کنج : ایک بات بتایئے، کل آپ ہمارے گھر میں کیا کھو کر آئیں—؟

ماں : بیٹا کھو کے آئی ہوں—

کنج سمجھ نہیں پاتا ہے ماں جی کیا کہہ رہی ہیں

کنج : بیٹا—؟ ماں جی مذاق مت کیجیے، سچ بتا یئے۔

ماں : ارے کھونا کیا تھا، بیٹا، کچھ پا کے ہی آئی ہوں—

کنج : دیکھا، کتنی کمزور یاد ہے آپ کی— جب آپ اسنان کرنے گئی تھیں، تو کیا اتار کے رکھا تھا—؟

ماں سمجھ نہیں پائیں یہ کیا کہہ رہا ہے

ماں : اسنان کرنے.....؟

کنج : ہاں—

ماں پھربھی نہیں سمجھ پائیں

ماں : جب آپ اسنان کرنے گئی تھیں، تو کڑے اُتار کے

کنج : رکھے تھے آپ نے—

ماں سمجھ گئی پوری بات کو

کنج : — وہ تو اچھا ہوا— کسم نے سنبھال کر رکھ لیے، گھر میں آتے ہی، سب سے پہلی بات مجھ سے یہی کہی جا کے ماں جی کے ہاتھ میں دے—

وہ کنگن کنج نے ماں کے ہاتھ میں‌دے دیئے

ماں کے چہرے پر ایک غصہ ابھر آیا

کنج : لیجیے— آپ ہی کے ہیں نا—

ماں کچھ کہنا چاہتی تھی جب کسی کے آنے کی آہٹ سن کر ادھر دیکھا تو برنداہن کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا— برنداہن کچھ کہے بغیر واپس اپنی ڈسپنسری میں چلاگیا

22

چولھے کی جلتی ہوئی آگ کو بجُھانے کے لیے کسم نے پانی ڈالا، جیسے سارے رشتے جو ابھی تک بنے تھے ڈاکٹر بابو سے، سب جل کر خاک ہو چکے۔ یا ان میں جو ابھی تک آگ بنی ہوئی تھی، اسے کسم نے آج بجھا دیا

23

کسم سوپ سے کچھ پچھور رہی تھی— پاس میں منّو بیٹھی تھی جو اس کی بیتی سن رہی تھی

کسم : کوئی راستے پر تھوڑا ہی بیٹھی ہوں— جب جی چاہے گا رکھ جائیں گے، جب جی چاہے گا لے جائیں گے، سب کچھ انھیں کی مرضی سے ہوگا— میں کچھ بھی نہیں؟

یہ کہتے کہتے وہ رو پڑی

کسم : کوئی بھی نہیں؟...... ایک بار یہ بھی نہیں پوچھا، اتنے برس کیسے کاٹے ہیں میں نے! کیسے جیتی رہی ہوں میں، کیسے مرتی رہی ہوں میں، ان کا جی چاہا تب بیاہ توڑ دیا، ان کی جی چاہا تو دوسری شادی کر لی جا کے، ان کی جی چاہا تو، اب چلنے کے لیے

کہہ دیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، جیسے میں کوئی بھکارن ہوں راستے کی۔

کسم کی ہچکی بندھ گئی منّو اسے چپ کرانے
کی کوشش کرتی رہی۔

منّو : کسم...... نہیں — نہیں......

24

برندابن گھر میں آیا تو دیکھا،— ماں کے ہاتھ
میں چٹھی ہے۔ پاس میں کھڑے منیم جی کو دے
رہیتھی— برنداین نے پُوچھا

برنداین: کسے چٹھی لکھ رہی ہو ماں —؟

ماں : موہن بابو کو —! یاد ہے ان کی لڑکی کا رشتہ آیا تھا تیرے لیے —؟

برنداین کچھ نہیں بولا بس ایک بار منیم
جی کی طرف دیکھا

ماں : منیم جی —

منیم : جی

ماں : یہ چٹھی ڈال دیجیے —

منیم : جی اچھا — !

پھرماں نے برنداین کی طرف دیکھا اور کہا

ماں: اچھی لڑکی ہے ۔ تُو بھی جانتا ہے اُسے !

منیم جی چلے گئے— برندابن نے کہا

برندابن: ہاں جانتا ہوں لیکن—

ماں : لیکن کیا—؟

ماں غصے میں آ گئیں

ماں : کسم نہیں مانے گی، تو کیا اس گھر کو بہو نہیں ملے گی....؟

برندابن: ماں شادی ضد کی بات نہیں،—

ماں : میں جانتی ہوں۔ اسی لیے کسم کے لیے ضد نہیں کر رہی ہوں۔ سنجوگ کی بات ہے، جہاں سنجوگ ہوں گے، وہیں ہو جائے گی شادی—!

اتنا کہہ کر ماں اپنے کمرے کی طرف چلی گئی

برندابن وہیں کھڑا رہا

25

کسم ہاتھ میں تانبے کا گھڑا لیے ندی پر پانی بھرنے جا رہی تھی، تبھی اس نے دور سے دیکھا برندابن اپنے بیٹے چرن کے ساتھ گھاٹ پر سے آرہے تھے۔

کسم کچھ سوچ کر واپس مڑ گئی۔ گھر کی طرف مُڑتے ہی منّو مل گئی وہ بھی ندی پر پانی

بھرنے جا رہی تھی — منّونے پوچھا

منّو : اری — تو کہاں سے آرہی ہے — ؟

کسم : ندی پر سے —

منّو : پانی لانے گئی تھی؟

کسم : ہوں —

منّو : اور لائی کیا ہے — خالی کلسی

اس کی خالی کلسی کو بجادیا

منّو : تجھے ہوا کیا ہے — ری — ؟

کسم : وہ آ رہے تھے نا، ندی پر سے — اسی لیے چلی آئی۔

منّو : سنا ہے، گاؤں میں بھی دواخانہ کھول رہے ہیں ڈاکٹر بابو۔

کسم : نہیں تو — تجھے کس نے بتایا — ؟

منّو : ماں کہہ رہی تھی کہ چودھرائن نے بازار کے پیچھے والا مکان کھول دیا ہے ان کے لیے —

منّو : گاؤں کے لیے تو اچھا ہی ہے — لیکن تیرے لیے بہت تکلیف ہوگی —

کسم : میرے لیے اب کیا رہ گیا ہے۔

منّو : لوگ تو ابھی سے ہی کہہ رہے ہیں — برندابن دواخانہ تیرے لیے ہی کھول رہے ہیں۔

کسم : کیوں — اتنے برسوں سے لوگ نہیں جانتے کہ میں چھوڑی ہوئی ہوں —

منّو : اس دن برندابن تیرے گھر آئے تھے نا— وہ دیکھا ہے لوگوں نے—

کسم : کتنی بڑی آنکھیں ہیں لوگوں کی؟

راستے پر سے چرن اور ڈاکٹر گزر گئے برندابن دونوں سہلیوں کو دیکھا ضرور ہے پر چُپ چاپ اپنی راہ پر چلتا رہا ہے۔ چرن دھیرے سے ان دونوں کے پاس آگیا اور کسم سے کہا

چرن : اے...... ماں کہوں تو لڈّو دوگی—؟

کسم ہنس پڑی۔ دور سے اس کے پتا نے بُلایا

برندابن: چرن—! چلو بیٹے، تنگ مت کیا کرو لوگوں کو—

کسم نے منّو سے کہا

کسم : منّو تو کہہ دے نہ...... بعد میں آ جائے گا۔

منّو : ڈاکٹر بابو اسے چھوڑ جاؤ نا۔ ہم بعد میں پہنچا دیں گے۔

برندابن: دیر مت کرنا— میں شاید جلدی لوٹ جاؤں۔

اتنا کہہ کر ڈاکٹر بابو گاؤں کی طرف چل دیے

کسم : ندی پر چلے گا میرے ساتھ—؟ نہانے—؟

چرن : تم بھی نہاؤ گی—؟

کسم : اُونہو— تجھے نہلاؤں گی

چرن : اچھا چلوں گا—

26

منّو : گھڑے کو بجانے لگی جو اس کے ہاتھ میں تھا اور گانے لگی—

منّو : بے چارہ دل کیا کرے.....

ساون جلے، بھادوں جلے

دو پل کی راہ نہیں

اک پل رُکے اک پل چلے

گاؤں گاؤں میں، گھومے رے جوگی

سب کے درد ہرے

میرے ہی من کا تاپ نہ جانے

ہاتھ نہ دھرے......

....

بے چارہ دل کیا کرے

ساون جلے بھادوں میں جلے

تیرے واسطے لاکھوں راستے

تو جہاں بھی چلے،

میرے لیے ہے تیری ہی راہیں

تو جو ساتھ دے—

....

بے چارہ دل کیا کرے

ساون جلے، بھادوں جلے

دو پل کی راہ نہیں

ایک پل رکے ایک پل چلے

دونوں سہیلیاں مل کر چرن کو ندی میں
نہلاتی رہیں

چرن کے کپڑے سوکھنے کے لیے رسّی پر ٹانگ
رہی تھی، اور پاس ہی میں چارپائی پر بیٹھا چرن
ننگے بدن کچھ کھا رہا ہے— تبھی کسم نے پوچھا

کسم : چرن آج اپنے آپ ماں کیسے بلا لیا تم نے اس دن اتنا کہا تھا—

چرن : بابا نے کہا ہے کہ تم چھوٹی ماں ہو—

کسم : بڑی ماں کون ہے—؟

چرن : وہ اس دن آئی تھیں، پان کھایا تھا۔ اب میں کالی کو بھی ماں نہیں
بلاؤں گا—

کسم کپڑے پھیلاتی رُک گئی!

کسم : کالی کون—؟

چرن : وہ جو، ہمارے گاؤں میں ایک لڑکی، اس کے لیے بابا کہتے تھے،
وہ میری ماں لگتی ہے۔

کسم سوچ میں پڑ گئی — چرن لڈو کھاتا
رہا— تبھی باہری کنڈی کی آواز آئی، کسم نے جا
کر دورازہ کھولا، برندابن سامنے کھڑے تھے

کسم : چرن کچھ کھالے اور ابھی تک کپڑے بھی نہیں سوکھے اس کے

برندابن: کیا ہوا کپڑوں کو—؟

کسم : ندی میں نہانے گیا تھا۔

برندابن: اُوہ— کھالے تو ایسے ہی بھیج دینا—

کسم گھر کے اندر ہے اوؔر برندابن دروازے کے
باہر کھڑے تھے

برندابن: کھانے کی ضرورت نہیں ہے— میں باہر گاڑی میں بیٹھا ہوں—

کسم : آپ تو ناؤ سے آئے تھے—؟

برندابن: ہاں، میں ڈیرا گیا تھا ناؤ سے— اس لیے گاڑی یہاں منگوا لی تھی۔

کسم : اندر آ کے بیٹھ جاؤ، جب تک چرن تیار ہوتا ہے۔

برندابن: نہیں میں باہر ہی ٹھیک ہوں—

کسم : تو کیا اچھا ہوگا— چار آدمی گھر کے باہر بیٹھے دیکھیں گے؟

برندابن: گھر میں جاتے دیکھیں گے چار آدمی تو کیا زیادہ اچھا ہوگا؟

کسم : دیکھو، یہاں دروازے پر کھڑے میں تم سے باتیں کرتی ہوں، یہ
بھی کوئی اچھا نہیں لگے گا، اندر آ کے بیٹھ جاؤ—

اتنا کہہ کر کسم گھر میں چلی گئی، اور

دروازے پر کھڑا برندابن نے کچھ سوچا ، پھر اندر
آگیا اور جہاں چرن چارپائی پر بیٹھا— لڈو کھا
رہا تھا— وہیں پاس ہی میں برندابن بھی بیٹھ گیا
چرن نے پُوچھا

چرن : بابا لڈو کھاؤ گے—؟

برندابن: یہ کیا پہلوان جی—

چرن انگوچھا باندھے بیٹھا تھا

برندابن: گُچھا وچھا ڈال کر بیٹھے ہیں—

چرن : ندی پر نہانے گیا تھا بابا، بہت مزہ آیا۔ کل سے آپ بھی گُچھا
لے کر آنا نہانے جائیں گے—

تبھی کسم پانی اور کچھ مٹھائی لے کر آگئی
ڈاکٹر بابو کے لیے، برندابن نے پُوچھا

برندابن: کنج بھیا کہاں گئے ہیں؟ پھیری پر—؟

کسم : نہیں شہر گئے ہیں—

برندابن: شہر کیوں—؟

کسم : جاتے ہیں مہینے دو مہینے میں سامان لانے—

برندابن: ہوں— یہ روز روز کی عادت مت ڈالو چرن کو بعد میں تنگ
کرے گا—

کسم : تنگ کرے گا تو میرے پاس بھیج دینا—

دروازے کی ٹیک لگا کر برندابن کے پیچھے
کھڑی بات کررہی تھی

برندابن: یہ تمھیں ماں بلانے لگا ہے— بعد میں ضد کرے گا تو کیا سمجھاؤں گا۔؟

پل بھر کی خاموشی کو توڑتے ہوئے کسم کہتی ہے

کسم : ماں لا دینا—

ڈاکٹرنے کسم کی طرف دیکھا

کسم : اک میں ہی تو نہیں— جسے ماں کہتا ہے چرن—

برندابن: اور کون ہے—؟ جسے چرن ماں کہتا ہے۔

کسم : وہ ایک ہے نا، بادل گاؤں میں—

برندابن : بادل گاؤں میں—؟

کسم : کالی—؟

ڈاکٹر : آئیں......

برندابن ہنس پڑا

برندابن: تو سب بتا دیا اس بدمعاش نے

کسم : بتائے گا کیوں نہیں......

برندابن: اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ہے کون—؟

ہمارے یہاں کھانا پکاتی ہے تاری برہمانی، اسی کی بیٹی ہے—

کسم : ذات تو ملتی ہے!

برندابن: ہاں ذات پات ملتی ہے— اور لڑکی ہے بھی خوبصورت گوری چٹی اور زبان بھی میٹھی ہے، لیکن......

کسم : لیکن—

برندابن: لیکن عمر کی بہت کم ہے بے چاری— دس، گیارہ برس کی ہوگی، چرن کی ہم عمر ہے اس کے ساتھ کھیلتی ہے،

کسم : مجھے کیا معلوم تھا۔ چرن ہی کہہ رہا تھا کہ وہ اسے ماں کہتا ہے۔

برندابن: وِشواس بھی ایک بڑی چیز ہوتی ہے اگر ہو من میں۔

کسم : ہاں— وِشواس ہی تو تھا۔ جو شہر جا کر— شادی کر لی تھی۔

یہ سن کر برندابن ایک پل کو چپ ہوگئے اور پھر کہنا شروع کیا— چرن جو پاس بیٹھا تھا اٹھ کر کبھی کا چلا گیا، ان لوگوں کو پتا ہی نہیں چلا—......برندابن بتانے لگے

برندابن: ہاں اس کے لیے میں دوشی ضرور ہوں— لیکن وہ شادی کیسے کی میں نے اگر تم جانتیں، تو شاید اتنا دوش نہیں دیتیں— بالکل نردوش تو نہیں ہوں— لیکن دوش اتنا بڑا نہیں جو— معاف بھی نہیں کا جاسکے— کم سے کم جب کملا نہیں ہے اس دنیا میں

کسم : ڈاکٹرنی تھی—؟

برندابن: نہیں، وہ شہر کی بھی نہیں تھی—

کسم : پھر کون تھی—؟

ڈاکٹر : آسام کی طرف ایک گاؤں ہے— انکھنا— وہاں کی رہنے والی تھی— میں اپنے ایک دوست کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ عجیب سفر

تھا— شکار کا بہت شوق تھا اُسے ایسے گھنے اندھرے جنگل کہ دن میں بھی ہم ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ نہیں پاتے، بھٹکتے ہوئے جب اس جنگل سے گزرے، تو ایک گاؤں میں جا پہنچے— وہی انکھنا!— پتا نہیں میرے دوست کو کیسے خیال آگیا کہ وہاں اس کودُور دراز کے پھوپھا رہتے ہیں— ہم ان کے یہاں جا پہنچے۔

فلیش بیک

ایک پرانا سا ٹوٹا پھوٹا مکان ایک لڑکی خوبصورت سی کنویں سے پانی بھر رہی تھی۔ برندابن اپنے دوست کے ساتھ اس گھر میں پہنچے۔ برندابن کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ وہ لڑکی ان کے پاس آئی تو دوست نے پوچھا

دوست : جی وہ رام بھجن جی یہیں رہتے ہیں؟

ایک پل وہ لڑکی ان دونوں لوگوں کو دیکھتی رہی دوست نے پھر پُوچھا

دوست : رام بھجن جی—؟

کچھ سوچ کر وہ لڑکی ہاں میں سر ہلایا

کملا : ہاں—

دوست : میں ونود ہوں— وہ دور کے رشتے میں میرے پھوُپھا لگتے ہیں—

کملا : وہ نہیں ہیں— انھیں گزرے بہت سال ہو گئے ہیں— دس سے اُوپر—

دونوں دوستوں نے ایک دوسرے کو دیکھا

دوست ونود : اُوہ—

تبھی گھر کے اندر کسی بوڑھی عورت کی آواز آئی جو کملا کو نام سے پکار رہی تھی

نانی : — لکھی رے؟

کملا : آئی نانی—!

ان کی طرف دیکھ کر کملا نے کہا۔

کملا : آپ لوگ اندر بیٹھیں— پانی وانی پئیں گے—؟

ونود : پانی تو پئیں گے—

دونوں دوست بھی اندر آگئے— پھر نانی کی آواز آئی

نانی : اری لکھی ری......

کملا تیزی سے گھر کے اندر بھاگی

گھر کی خستہ حالت دیکھ کر برندابن بولا

ڈاکٹر برند : یہ تو بھوتیا گھر لگتا ہے یار—

ونود : یار بھوت اتنے خوبصورت ہوتے ہیں مجھے نہیں معلوم تھا۔

اپنی بندوق وہیں دیوار کے سہارے رکھ کر برندابن نے کہا!

برندابن: سب مایا ہے' پیارے' مایا— الیوزن، سب کچھ نظر آتا، چھو کر دیکھو کچھ نہیں— والیوٗ—

ونود: اب کے آئے تو چھو کر دیکھوں؟

برندابن: ہاں..... جھانپڑ پڑا تو سمجھنا زندہ ہے— نہیں پڑا تو— والیو—

تبھی زوروں سے کھانسی کی آواز آئی
دونوں دوست اوپر دیکھنے لگے— اوپر ایک کمرہ
تھا جس کی کھڑکی ان کو نظر آ رہی تھی

28

اسی ٹوٹے پھوٹے مکان کے اوپر والے کمرے میں
ایک پاگل سی بوڑھی عورت کھانس رہی تھی—
کملا آکر اسے پانی پلارہی تھی

کملا: لو— پانی—

بوڑھی عورت کو کملا نے اُٹھایا۔ تو عورت نے
پُوچھا۔

نانی: کہاں گھومتی رہتی ہے دن بھر، کتنی بار تجھ سے کہا جب باہر جائے تو کنڈی مت لگایا کر، کواڑ میں— بابو آئے گا— تو کواڑ کون کھولے گا...؟

دونوں دوست نیچے کھڑے ان کی باتیں سُن
رہے تھے

ونود : بابو—؟

برندابن: وہ کون—؟

ونود : شاید پتی ہو اس کا—

برندابن: شادی شدہ تو نہیں لگتی—

ونود : تو پھر بھائی ہوگا—

کملا گلاس سے پانی پلا رہی تھی۔

نانی : کیا ڈالا ہے پانی میں—؟

کملا : کڑوی دوا ڈالی ہے، کھانسی اچھی ہو جائے گی— پی لو—

نانی : اری تجھ سے کہا نا، دوا۔ دوا نہیں چاہیے مجھے— یوں نہیں مرتی تو یہ ڈاکٹر وید مار دیں گے مجھے،

یہ کہہ کر نانی کھانسنے لگی

برندابن اوپر کمرے کے طرف جانے لگا۔ ونود نے روک کر کہا

ونود : کہاں جا رہا ہے؟

برندابن : بیمار لگتی ہے ذرا دیکھ کر آتا ہوں۔

برندابن اوپر چلا گیا

سیڑھیوں پر پیروں کی آہٹ سن کر نانی نے پُوچھا۔ نانی آنکھ سے بھی اندھی تھی

نانی : کون ہے لکھی— بابو— بابو بیٹا—؟

برندابن نے دروازے سے بوڑھی نانی کو

دیکھا— نانی کو آہٹ لگ گئی جیسے کوئی گھر
میں آیا ہے— عمر زیادہ ہو جانے سے نانی کچھ
پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے لگی

نانی : بابو— بیٹا

کملا : کوئی بھی تو نہیں ہے نانی— تم تو خواہ مخواہ ....

نانی : کوئی آیا تو تھا سیڑھیوں پر

کملا : کہاں، مجھے تو کوئی دیکھائی نہیں دیتا......

کملا نے اُسے اشارے سے نیچے جانے کوکہا
برندابن دبے پاؤں سیڑھیوں سے نیچے آگیا

برندابن: اوپر زندہ بھوت ہے—

ونود : نانی کا—؟

برندابن: اندھی ہے—؟

ونود : ابھی تو زندہ والا دیکھا، پتا نہیں کیا کیا دیکھائی دے گا۔

برندابن: میرا تو خیال ہے تھوڑی دیر میں تمھارے پھوپھا رام بھجن بھی دیکھائی دے جائیں گے۔

ونود : ہاں۔ ہاں وہ تو ہے—!

برنداابن نے اپنے دوست کو ہنسنے پر منع کیا

برندا: چپ......شی......شی......

ونود : ابھی تو ایک کیریر اور آنے والا ہے— بابو—!

تبھی سیڑھیوں سے کملا تیزی سے آگئی اور اشارے سے انھیں اندر کمرے میں بیٹھنے کو کہا— ایک پرانا سا کمرہ، جس کی دیواروں کا پلاسٹر اکھڑ چکا تھا۔

کملا : آپ لوگ یہاں بیٹھیں، میں کچھ کھانے پینے کو لاتی ہوں— بھوک تو لگی ہی ہوگی۔

برندابن : ہاں بھوک تو لگی ہے۔ آپ کی نانی کافی بیمار معلوم ہوتی ہے—

کملا : ہاں—

برندابن: کیا بیماری ہے—؟

کملا نے بستر ٹھیک کرتے ہوئے کہا

کملا : بڑھاپا— ؟ ستر برس کی تو ہیں—

ونود نے پُوچھا

ونود : یہ بابو کون—؟

کملا : کوئی نہیں—

ونود : نانی جو کہہ رہی تھی—

کملا : اس سے بچپن میں شادی ہوئی تھی میری۔ پندرہ برس ہو گئے ہیں اسے گئے، لیکن نانی ابھی تک یہی سوچتی ہے کہ وہ واپس آئے گا—

ہاتھوں میں دو گلاس پانی لے کر اُن کے پاس گئی۔

کملا : دو تین برس سے تو یہی رٹ لگی رہتی ہے، دن بھر—

29

برندابن پچھلی باتیں کسم کو سنا رہا تھا
کسم بھی دروازے کے سہارے بیٹھ گئی تھی
برندا بن نے کہا۔

برندابن : اس وقت ایک لڑکی کا خیال مجھے بھی آیا تھا— نی کا— سچ کہوں— یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ نی اتنی بڑی ہوگئی ہوگی— اگر سوچا بھی تو یہی کہ...... نی کب کی شادی کر کے گھر بسا کر، کہیں بیٹھی ہوگی، کسم نام تو معلوم ہی نہیں تھا مجھے—

کسم : پھر—؟

برندابن: ہاں پھر...... کملا ہمیں بیٹھا کر، باہر کچھ لانے چلی گئی—

کسم : لکھی نام تھا اس کا—؟

برندابن: کملا ہی اس کا اصلی نام تھا۔ اس کی نانی لکھی بلایا کرتی تھی—

30

''فلیش بیک''

برندابن کمرے سے باہر نکل کر اس ٹوٹے

پھوٹے مکان کو دیکھنے لگا اُس کے اوپر (ڈاکٹر برندابن) کی آواز آرہی تھی، جو کہانی وہ کسم کو سنا رہا تھا

برندابن: تو کملا باہر چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی—اس کی نانی کی آوازیں آنے لگی—

نانی : لکھی— اُولکھی—

اوپر کا کمرہ جس میں نانی ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ کھانستے کھانستے اٹھ بیٹھتی تھی

نانی : لکھی......لکھی رے—

پاس پڑے پیتل کے گھڑے پر اس کا ہاتھ پڑتا ہے اور وہ اسٹول پر سے گر پڑا۔

جس کی زور سے آواز آئی۔ نیچے کھڑے برندابن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا وہ کیا کرے اوپر جائے کہ نہیں۔

نانی بستر پر سے کھڑی ہو گئی

نانی : کس جوکھم میں ڈال دیا ہے— مجھے

نانی کو دیکھائی تو پڑتا نہیں وہ دیوار کے سہارے سیڑھیوں کی طرف بڑھی نیچے کھڑا برندابن یہ دیکھ کر گھبرا گیا

نانی : اری سنتی ہے — کہاں چلی جاتی ہے — پھر کواڑ بند کر کے چلی گئی — اری کرم جلی، بابو آ کے چلا جائے گا —

نانی بالکل سیڑھیوں کے قریب آ چکی تھی اور گرنے لگی تھی نیچے کی طرف،کہ ڈاکٹر نے تیزی سے جا کر نانی کو سنبھال لیا — نانی برندابن کو چھو کر محسوس کرنے لگی

نانی : یہ...... یہ کون؟...... کون ہے — ؟

نانی...... برندابن کے ہاتھوں کو پکڑ کر ٹٹولنے لگی پھر چہرے کو ٹٹولا۔

نانی : بابو...... ؟ بابو تو آ گیا بیٹا — ؟ دیکھا۔ دیکھا

نانی کی خوشی کی سیما نہیں رہی — خوش ہو کر چلّائی

نانی : میں نہ کہتی تھی — میں نہ کہتی تھی، کہ تو ضرور آئے گا ضرور آئے گا۔

برندابن نے کچھ سوچ کر کہا

برندابن: ہاں نانی ماں — میں آ گیا — چلو اندر چلو —

برندابن اس کو اُٹھائے ہوئے کمرے میں لے گیا جاتے جاتے نانی اپنی خوشیاں بکھیرتی رہی

نانی : میں جانتی تھی تو آئے گا — اس لیے تو جی رہی تھی بیٹا — صرف تیرے لیے جی رہی تھی —

برندابن نانی کو بستر پر سلا دیا۔ اور وہیں بیٹھ گیا

نانی : لکھی کی ماں توراہ دیکھتے دیکھتے مرگئی۔ اب تو سنبھال لے اپنی لکھی کو بیٹا— بابو اگر تو اُسے سنبھال لے گا تو میں بھی مر جاؤں گی۔

یہ نانی روتے روتے کہتی جارہی تھی،تبھی کملا گھر میں آئی اور ڈاکٹر کو نانی کے پاس بیٹھا دیکھ کر سکتے میں آگئی

نانی : کہاں گئی تھی؟ — ، اب کواڑ بند کر دے۔

کملا دروازے کے سہارے کھڑی تھی—

نانی : لکھی...... لکھی...... دیکھ بابو آگیا ہے، میں نہ کہتی تھی وہ آئے گا— دیکھ بیٹے، ارے اُدھر کیا کر رہی ہے اِدھر آ نا...... آ نا بیٹی—

کملا نانی کے پاس آکر اُس کے سرہانے کھڑی ہو گئی۔ نانی اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولی

نانی : کہاں چلی گئی تھی— کہاں چلی گئی تھی بیٹی— کواڑ کھلا چھوڑ گئی تھی نا— بس اب چاہے تو کنڈی لگا دے— اب اسے جانے مت دیجیو— بابو بیٹا— اب سے مت چھوڑیے رے— بہت روئی ہے تیرے لیے—

کملا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گیئں

نانی : بہت باٹ دیکھی ہے— اس نے— اب اسے مت چھوڑیو— بیٹا

نانی نے برندابن کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا

نانی : بہت دکھ سہے ہیں اس نے— بابو...... بابو بیٹا بول...... اسے چھوڑ کر نہیں جائے گا نا۔ بول بیٹا نہیں جائے گا نا...؟

ہرنداہن نانی کو اس طرح منتیں کرتے دیکھ کر بول پڑا

برندابن: نہیں جاؤں گا نانی ماں— اب کہیں نہیں جاؤں گا

کملا ہرندا بن کی طرف دیکھنے لگی

برندابن: میں رہوں گا یہاں (نانی کا رونا دیکھ کر ڈاکٹر کی آنکھیں بھر آتی ہیں) رہوں گا لکھی کے پاس۔

نانی ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ کر روتے روتے سوگئی

اور ہرنداہن کسم کو بتاتا رہا ساری کہانی

برندابن: بچوں کی طرح نانی میرا ہاتھ پکڑ کر روتی رہی— بچوں کی طرح اس پر سوگئی— لیکن میرا ہاتھ نہیں چھوڑا— برسوں بعد جو لوٹا تھا۔ اس کے پھر سے چلے جانے سے ڈرتی تھی۔ رات، بہت دیر تک نانی کے پاس بیٹھا رہا۔ مجھے کھانے کے لیے بھی نہیں اٹھنے دیا اس نے— جب نانی بالکل سوگئی تو کملا اٹھا کر نیچے لے گئی مجھے۔

31

''فلیش بیک''

نیچے آنگن میں ونود اور ہرنداہن بیٹھے کھانا

کھا رہے تھے— اور پاس بیٹھی کملا اپنی بیتی سنا
رہی تھی

کملا : نانی نے بھی بڑے اچھے دن دیکھے تھے اس گھر میں، جب تک بابا تھے۔ تب گھر میں کوئی نہ کوئی آیا گیا۔ رہتا ہی تھا۔ لیکن ان کے بعد، ماں کو دیکھنے کوئی نہیں آیا، سب کے سب رشتہ دار الگ ہو گئے— لیکن نانی تھی۔ جس نے زندہ رکھا ہم دونوں کو— ایک دن ماں بھی چلی گئی—

کملا : پھر بالکل سنسان ہو گیا یہ گھر— بس نانی اور میں— برسوں سے کسی اور کی صورت نہیں دیکھی اس گھر میں تمھیں دیکھ کر برسوں بعد ایسا لگا، کہ ہم زندہ ہیں ابھی، انسانوں کی بستی میں رہتے ہیں ہم—

32

''فلیش بیک''

دوسرے دن صبح صبح جب برندابن کمرے سے باہر نکلا تو گاؤں والے ایک دو لوگ انتم سنسکار کی تیاری کر رہے تھے آنگن میں۔ ڈاکٹر کچھ سمجھ نہیں پایا۔ تبھی کملا باہر سے آئی برندابن اُس کے پاس گیا تو— کملا نے بتایا۔

کملا : نانی گزر گئی—

برنداابن: کب— کس وقت یہ ہوا—؟

کملا : پتہ نہیں نیند میں ہی چلی گئی— ایسا لگتا ہے صرف بابو کی خبر سننے کے لیے اب تک جاگ رہی تھی— ایک بار اٹھی بھی نہیں، کروٹ بھی نہیں لی۔

تبھی ونود برنداابن کے پاس آگیا اور برنداابن نے اُسے بتایا۔

برنداابن: نانی گذر گئی—

ونود : کب—؟

برنداابن: رات کو ! اب کیا کریں ؟

ونود : میرا تو خیال ہے— اب چلا جائے— خواہ مخواہ کے جھنجھٹ میں پھنس جائیں گے—

برنداابن: کیسی بات کرتا ہے یار— بے چاری کو اکیلا چھوڑ کر جائیں گے— کیا کرے گی—؟

ونود : ہیں تو سہی اتنے سارے لوگ—!

برنداابن: تجھے شرم نہیں آتی، اس طرح چھوڑ کر جاتے ہوئے—

ونود : آئے گی تو سہی یار لیکن..........

برنداابن: اوپر چل— چل—

33

''فلیش بیک''

شام کا وقت تھا نانی کا انتم سنسکار ہو چکا تھا۔ آنگن میں دری بچھی ہُوئی تھی جس پر کملا برندابن، ونود اور ایک بوڑھی عورت جو کملا کے پاس بیٹھی تھی، اٹھ کر جا رہی تھی— سبھی لوگ خاموش تھے

ونود سگریٹ پینے لگا— برندابن نے منع کیا—

برندابن: ونود—! اندر جا کر پی—

ونود اندر چلا گیا۔ برندا اور کملا رہ گئے وہاں— دونوں خاموش تھے برندابن نے پُوچھا

برندابن: اب یہاں کیا کروگی—؟

کملا: وہی— جو آج تک کرتی تھی،

برندابن: کیا—؟

کملا: جو ماں کرتی تھی— ماں کے بعد نانی— نانی کے بعد میں— کبھی نہ آنے والے کا انتظار— میں بھی ایک دن بالکل نانی کی طرح، بابو— بابو کرتے کرتے ایسے ہی......

کملا کی آنکھیں چھلک گئیں

برندابن: یہاں کوئی اور— رشتہ دار ہے تمھارا—؟

کملا نے نہیں میں سر ہلایا

برنداین: شہر کیوں نہیں چلی جاتی—؟

کملا: کس کے ساتھ—؟

برنداین: ونود کے ماں باپ کے پاس— ونود نا سہی— اس کے ماں باپ جانتے ہیں تمھارا رشتہ—

کملا: میں نہیں جانتی— نا ماں گئی تھی کسی کے پاس— نہ بابا، نہ میں جاؤں گی، اور باقی بھی کیا رہ گیا ہے ۔وہ تینوں تو بھگت گئے— صرف میں ہی بچی ہوں— میں بھی کسی دن—......

...... خالی دیوار پر برنداین کی آوازیں آنے لگی

برنداین: وہ رات وہیں کاٹی— اگلی صبح جب کملا کو دیکھا وہ رات والی کملا نہ تھی۔

صبح کملا آنگن صاف کر رہی تھی— اور برتن جوٹھے مانجھ رہی تھی۔ بالکل کوری بے تعلق، پچھلے دن کا کوئی بھی سایا باقی نہیں تھا اس پر۔

جب کملا برتن صاف کر چُکی، تبھی اس کے پاس برنداین آیا— اور پُوچھا

برنداین: دریاں اٹھا دیں.......

کملا: ہاں اٹھا دیں

برنداین: کوئی آئے گا تو.........

کملا : کیوں آئے گا—؟

کملا کی آواز روکھی تھی

برندابن : مطلب—

کملا : لوگ آج مرے، کل چولھا جل جاتا ہے۔

کملا : یوں زندگی میں کوئی نہیں مرتا، مُردوں کے لیے کون مرتا ہے—

کملا برتن اٹھا کر دوسری طرف چلی گئی،

تبھی ونود ڈاکٹر کے پاس آیا اور پُوچھا

ونود : کیا ہوا یار—؟

برندابن: عجیب عورت ہے— بڑی روکھی روکھی سی لگ رہی ہے— لگتا نہیں ہے کل سے یہاں رہ رہے ہیں

دونوں کمرے کی طرف بڑھے اپنا سامان اٹھانے کے لیے— کملا کچن سے نِکلی اور پُوچھا

کملا : کب جاؤ گے آپ لوگ—؟

برندابن: بس ابھی چلے جائیں گے

کملا : کچھ چاہیے—؟

برندابن: کچھ نہیں—

کملا بغیر کچھ اور کہے ان کے سامنے سے نکل گئی

ونود : حد ہے یار— بہت ہی سُر اترا ہوا ہے—

ڈاکٹر کملا : کل تک تو ایسی نہیں تھی۔ پتا نہیں آج کیا ہو گیا ہے۔

دونوں جانے لگے۔ پاس ہی میں کملا کھڑا دھو
رہی ہے اس کے پاس آکر برندابن نے کہا۔

برندابن: ہم لوگ چلیں؟—

کملا: ہاں— جاؤ

دونوں دوست ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے
اور وہاں سے چل دیے— کملا ان کو جاتے
ہوئے دیکھتی رہی

کسم کو برندابن اسی طرح بیٹھا، وہاں جو
کچھ ہوا کملا کے ساتھ، سب بتا رہا تھا

برندابن: ہم چلے آئے—

کسم: اسے چھوڑ کے چلے آئے—؟

برندابن: ہاں— اسے چھوڑ کر چلے آئے، ابھی گاؤں کے باہر نکلے بھی نہیں تھے کہ ونود کو خیال آیا۔ اس کا پرس وہیں رہ گیا ہے تکیے کے نیچے میں نے پوچھا—

34

''فلیش بیک''

گاؤں سے تھوڑی دور پر، ایک جگہ دونوں
دوست کھڑے تھے

ڈاکٹر : کیا زیادہ پیسے تھے—؟

ونود : ہزار گیارہ سو تو ہوں گے ہی

برندابن: چل رہنے دے— بے چاری کے کام آئیں گے۔ چار چھ مہینے اچھی طرح جائیں گے۔

ونود : نہیں مگر کچھ ضروری کاغذات ہیں اس میں!

برندابن: پھر واپس جانا پڑے گا؟

ونود : جانا ہی پڑے گا۔

دونوں جانے لگے

ونود : کہیں ایسا تو نہیں، بٹوا اس کے ہاتھ لگ گیا ہو، تبھی سُر اترا ہوا تھا۔

35

''فلیش بیک''

ونود اس کمرے میں پہنچا جس میں یہ لوگ
سوئے تھے۔ تکیہ اٹھایا تو، بٹوا مل گیا— پیسے

دیکھے۔ وہ بھی پورے تھے۔ کمرے سے باہر آئے آنگن میں

برندابن: مل گیا—؟

ونود : ہوں—

برندابن: سب ٹھیک ہے—؟

ونود : ہوں— چلو—

برندابن: یہ لکھی دِکھائی نہیں دے رہی ہے— کہاں گئی ہوگی—؟

ونود : وہ گئی بابو کے پاس!......چل—!!

تبھی کسی چیز کے گرنے کی آواز ہُوئی، دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ تبھی کسی کے گلے کی عجیب و غریب آئی۔ برنداابن کو کچھ ڈر سا لگا۔ وہ اپنی بندوق دوست کے ہاتھ میں دیے کر—تیزی سے اوپر والے کمرے کی طرف چلا گیا

36

''فلیش بیک''

برنداابن کمرے میں کیا دیکھتا ہے بستر پر کملا گری پڑی تھی، پاس ہی ایک گلاس پڑا ہوا تھا جس میں نیلے رنگ کا تھوتھا (زہر) پڑا ہے— اور کملا

کے منہ سے نیلے رنگ کا جھاگ نکل رہا تھا۔

برندابن: لکمی— لکمی—

برندابن: ونود— ونود— جلدی اُوپر آ—

ڈاکٹر نے کملا کو ٹھیک سے سُلایا اور اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں۔

ونود نے کمرے میں داخل ہوتے ہوتے پُوچھا

ونود : کیا ہوا—؟

برندابن: زہر کھا لیا اس نے!

ونود : زہر—

برندابن: ہاں— نیچے سے جا کر، پانی لا— اور سن بہت سارا نمک ڈال دینا اس میں ....!

ونود : میں لے کر آتا ہوں اور ڈاکٹر کی آواز پھر بھی ابھرنے لگتی ہے۔

برندابن: چند گھنٹے بھی دیر ہو جاتی تو کملا نہیں بچ سکتی تھی۔ ہمارے جاتے ہی زہر لے لیا تھا۔ کملا کو بچا تو لیا میں نے، لیکن شام تک جب ہوش میں آئی۔ یہی کہے رہی تھی۔ میں کیوں انتظار کروں کسی کا؟ نانی کی عمر تک کیوں انتظار کروں؟ میں جانتا تھا، آج نہیں تو کل کملا یہی کرنے والی ہے، اور میں اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ شادی کر کے شہر لے آیا—

برندابن چارپائی پر ویسا ہی بیٹھا ہوا تھا اور

پاس ہی میں کسم گم سم چپ چاپ خاموش سی
کملا کی کہانی میں کھوئی ہوئی — برنداہن نے
گھڑی دیکھ کر کہا

برندابن : اُوہ بہت دیر ہو گئی— ارے یہ تو یہیں سو گیا ذرا دیکھو تو اس کے کپڑے سوکھ گئے کیا—؟

کسم : چرن کو آج یہیں رہنے دو نا۔

کسم : میں بھی اکیلی ہوں۔

برندابن: ماں پوچھے گی، تو کیا کہوں گا—؟

کسم : کیوں سچ نہیں کہہ سکتے ؟

برندابن: سچ تو یہ ہے کہ جس طرح تم نے کپڑے لوٹا کر اپمان کیا ہے ماں کا، انھیں میرا آنا بھی یہاں اچھا نہیں لگے گا۔

کسم : میں نے تو کپڑے ہی لوٹائے ہیں— لیکن جب مجھے لوٹا دیا تھا؟.... میری ماں کو گھر سے نکال دیا تھا— تب کیا کسی کا اپمان نہیں ہوا تھا—؟

برندابن: تم کیا بدلہ لے رہی ہو ماں سے—؟

کسم : نہیں— اپنا سمان مانگ رہی ہوں— ماں کے لیے— تم کیا—

برنداہن چپ ہو گیا چارپائی پر سوئے چرن کو
اٹھانے لگے

برندابن: چرن—

کسم : رہنے دو نا— تم چھوٹا نہ کرو، تو ماں کے سامنے چھوٹا ہوتے ہوئے، مجھے کوئی شرم نہیں۔

برندابن نے کسم کی طرف دیکھا

کسم : کل آ کر لے جانا ہمیں، میں چرن کی انگلی پکڑ کر چلی آؤں گی—!

یہ سن کر برندابن کھڑا ہوگیا

برندابن: اچھا میں ماں کو سمجھا دوں گا.....!

برندابن نے ایک بار جانے سے پہلے کسم کی آنکھوں میں دیکھا— اور چل دیا۔ کسم نے پاس سوئے چرن کو آکر پیار کرلیا۔

گھر جائے گی

تر جائے گی

ڈولیا پڑھ جائے گی

مہندی لگائے کے—

کاجل سجائے کے

دلہنیا مر جائے—

37

رات بیت گئی، دوسرے دن کی صبح آگئی —
کسم تیار ہو کے بیٹھی تھی۔ سامنے پُوجا کی تھالی پڑی ہے، جس میں سیندور بھی ڈبیا میں رکھا ہے— چرن نے پُوچھا۔

چرن : یہ کیا ہے ماں—؟

کسم : سنڈور .....

چرن : اس سے کیا کرتے ہیں—؟

کسم : تیرے بابا ہے نا، اسے میری مانگ میں ڈال کر اپنے ساتھ لے جائیں گے—

چرن : کیسے ڈالتے ہیں—

کسم بتاتی ہے

کسم : ایسے—

چرن : اگر نہیں ڈالیں تو—؟

کسم : تو میں نہیں جاؤں گی—

چرن : یہ ڈبیا مجھے دے دو نا میں ڈال دوں گا۔

کسم : تو مجھے ڈالے گا، ارے جب تمھاری بیوی آئے گی نہ اسے ڈال دینا— اچھا اُٹھ بابا آتے ہوں گے، تم جوتے، اُوتے پہن کر تیار ہو جاؤ—

کسم اُٹھ کر چلی گئی — چرن اس ڈبیا سے
سیندور نکال کر اپنے سر میں لگالیا۔

کسم : چرن — چرن —

کسم دودھ کا گلاس لیے کھڑی تھی چرن نے
کھلونوں کی ٹوکری سے ایک کھلونا لے کر پُوچھا

چرن : اُو ماں...... یہ باجا لے لوں —

کسم : لے لو بیٹے —

پہلی بار اس نے اپنے کو ماں ہونا محسوس
کیا — اور گلاس کا دودھ لے کر وہ چرن کے پاس
چلی گئی

کسم : دودھ پی لو — اور دیکھو، جو بھی کھلونا چاہیے۔ ماما کے آنے سے
پہلے لے لو — ہوں

چرن : ماما تو، ایویں ہی دے دیتے ہیں، پیسے بھی نہیں لیتے —

تبھی دروازے پر کھڑے گاڑی بان نے کنج کو
آواز دی

گاڑی وان : کنج بھیا — بادل گاؤں سے گاڑی بھجوائی ہے دیدی !

کسم نے پُوچھا

کسم : وہ کہاں ہیں —؟ ڈاکٹر بابو؟

گاڑی وان : وہ تو نہیں آئے دیدی، ہم کا بھجوائن ہیں چرن کے لوائے کے
واسطے —

کسم اس گاڑی وان کے پاس آئی اور پھر سے
پُوچھا

کسم : کا کہے رہے تم کا—؟

گاڑی وان : ہم کا تو یہی کہے رہن— کہ چرن کا لوائے کے لاؤ

کسم : اور کونو کے— آوے کا نہیں کہن—؟

گاڑی وان : نہیں تو—!

یہ سن کر کسم کو چکر سا محسوس ہوا اور
دھیرے دھیرے قدموں سے وہ چرن کے پاس آئی اور
بالکل رندھی ہُوئی آواز میں بولی۔

چرن : جاؤ بیٹے— گاڑی بھیجی ہے تمھارے بابا نے—

چرن : تم نہیں آؤ گی ماں—؟

کسم : نہیں بیٹا— مجھے نہیں بلاتا کوئی—

چرن : ماں یہ باجا میں لے جاؤں—؟

کسم نے اداس من سے نیچے دیکھتے ہوئے کہا

کسم : ہاں لے جاؤ—

چرن کھلونا لے کر گیا— کسم وہیں گم سم
بیٹھی ہے— باہر کا دروازہ ویسے ہی کھلا رہا چرن
کے جانے بعد، تبھی کنج شہر سے ڈھیر سارا
سامان لے کر آیا— اور کسم کو آواز دی

کنج : کسم اُو کسم......

کسم آنکھوں میں آنسو لیے بیٹھی تھی

کنج : اب کی بار شہر سے میں بہت سامان لایا ہوں۔ باپ رے— شہر میں— کیا کیا کھلونے ملتے ہیں—

کنج : تیرے لیے کپڑے لایا ہوں—!

جب کسم کچھ نہیں بولتی تو پُوچھا

کنج : کیا— بات ہے—؟ کس سوچ میں پڑی ہو—؟ آئیں— ارے—؟ ہاں— باہر برندابن کی گاڑی جاتے ہوئے دیکھی تھی— وہ یہاں آیا تھا— کیا—؟

کسم : ہاں—

کنج : کیوں—؟

کسم : مجھے لینے آئے تھے—

کنج : تجھے لینے—؟

کسم : ہاں— میرا گونا لینے آئے تھے— مجھے لے جانے— نوکر بھیجا تھا بھیا، بہو لے جانے کے لیے! پہلی بار سسرال جا رہی تھی نا۔ نہ ڈولی، نہ پھیرے، نہ پوجا، کچھ بھی تو نہیں مانگا تھا میں نے، پھر بھی نوکر بھیج دیا تھا۔ چاہوں تو چلی جاؤں نہیں تو...... کیا کھوٹ ہے مجھ میں بھیا، ایسا کیا برا کیا ہے میں نے— جو یوں، اچھوت کی طرح چمٹے سے پکڑتے ہیں مجھے۔

کسم کنج کا ہاتھ پکڑ کر رونے لگی — کنج بھی دکھی ہوگیا

کنج : کیا کروں میں کسم کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں تو بھکو بھی نہیں اس کے دروازے پر..... تو بھی تو نہیں مانتی، توڑتی بھی تو نہیں اس رشتے کو، جو پتا نہیں ہے بھی کہ نہیں—

غُصے میں کنج نے کسم کا ہاتھ دیوار سے دے مارا اور کسم کی ساری چوڑیاں ٹوٹ کے بِکھر گیئں

کنج : اس سے اچھا تھا، تو ودھوا ہو جاتی۔...!

کسم کنج کی طرف دیکھتی رہ گئی

کسم : بھیا......؟

تبھی گاڑی بان واپس آیا جو چرن کو لے کر گیا تھا

گاڑی وان : دیدی— چرن کے موزے رہ گئے ہیں—

دونوں بھائی بہن ایک دم چُپ ہو گئے کسم اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ کنج نے غصے سے پاس پڑی ٹوٹی چوڑیاں اُٹھائیں اور تیز قدموں سے گاڑی بان کے پاس جاکر— اس کے ہاتھ میں ٹکڑے دیتے ہُوئے کہا۔

کنج : جا کر ماں کی ہتھیلی پر رکھ دینا— اور کہہ دینا، کسم بدھوا ہو چکی ہے— برندابن مر گیا ہمارے لیے— نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔

38

گاؤں کی چوپال پر بیٹھا برندابن ایک
مریض کو سوئی لگا رہا تھا اور پاس ہی میں —
برجو کمپاؤنڈر بھی بیٹھا تھا

آدمی : کچھ کھائے پیے کا خیال رکھے کا ہے ڈاکٹر بابو—؟

برندابن : سب کچھ کھا سکتے ہو—

[پھر برجو سے کہا]

ڈاکٹر : برجو جس طرح سے یہ پلیگ پھیل رہا ہے سارے گاؤں میں اگر ابھی سے خیال نہیں رکھا گیا— تو اچھا نہیں ہوگا۔

اُس وقت کالی وہاں پہنچ گئی۔

کالی : یہ بھی کوئی طریقہ ہے؟ صبح سے گھر سے نکلے ہو اور بتایا بھی نہیں کہ کہاں گئے، میں سارے گاؤں میں ڈھونڈھ کر آرہی ہوں— پتہ ہے، بڑی ماں کب سے ناشتہ بنا کے بیٹھی ہیں—!

برندابن: ماں سے کہو، وہ کھا لیں، مجھے دیر لگے گی لوٹنے میں۔

کالی : ہم نے بہت سمجھایا بابا— جب تک بیٹا نہ آئے ماں کو کہاں چین—

برندابن: چرن آ گیا

کالی : کہاں آیا— ارے وہ آئے تو میں بھی کچھ منہ میں ڈالوں—

برندابن: گاڑی بھیجی اُسے لانے—

کالی : کب کی—

برندابن: تو جا ماں سے کہہ دے میرا انتظار نہ کریں

کالی : اپنے کھانے پینے کا خیال رکھنا—!!

ڈاکٹر نے مُسکرا کر کالی کی طرف دیکھا— وہ چلی گئی—

برندابن: تیری سسرال بھی وہیں ہے— سدّی پور—؟

برجو : جی ہاں—

برندابن: کیا نام ہے لڑکی کا—؟

برجو : متو...... پورا نام منورما ہے۔

برندابن: شادی کب ہے—؟

برجو : اگلی پُورنما کو—!

تبھی ایک آدمی بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس آیا

آدمی : ڈاکٹر بابو— ڈاکٹر بابو ذرا جلدی چلیے— رامو اور منگتی دونوں کو بخار نے زور مارا ہے— منگتی تو لگتی ہے دم ہی توڑ دے گی—

برندابن: باپ رے— لگتا ہے وبا، بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے چلو برجو—

برجو نے چلنے کی تیّاری کی

ڈاکٹربرندابن اور برجو ایک گھر سے نکلے

اندر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھی— برجونے
کالے کوئلے سے گھر کے باہر Cross کا نشان لگا دیا
اور دونوں نکل گئے

برجو اور برنداہن گھر پر آئے—

برنداہن: تم یہیں رہو میں آیا۔

جیسے ہی اندر جانے لگا ڈاکٹر اس کی ملاقات
گھر کے منیم سے ہوگئی

برنداہن: آپ گئے نہیں سدّی پور—؟

منیم: ماں نے صبح صبح کنواں صاف کرانے بھیج دیا— لوٹا تو گاڑی جا چکی تھی۔ چرن کو لانے—

برنداہن: اور وہ چٹھی—؟ جو کسم کے لیے دی تھی میں نے—؟

منیم نے اپنی جیب سے نِکالی

منیم: یہ رہی میرے پاس— آپ کی نجی چٹھی سمجھ کر ماں سے بھی کچھ نہیں کہا میں نے—

ڈاکٹر نے چٹھی لی اور اداس من سے گھر کے
اندر چلا گیا

برنداہن گھر میں داخل ہُوا تو، گاڑی بان ماں
سے کہہ رہا تھا—

گاڑی وان : چرن کے موزے لینے کے واسطے جب واپس ان کے گھر گیا تو کنج کھڑا تھا گھر میں— بہت غصہ میں رہا، یہ چوڑیوں کے ٹکڑے ہمارے ہاتھ میں دیے— اور کہا، ماں سے کہہ دینا کسم بدھوا ہو گئی، اور چھوٹے بابو سے کہہ دینا وہ مر گئے ہمارے لیے— نہ کبھو تھے، نہ ہیں، نہ ہوں گے—

یہ ساری باتیں برندابن نے سُن لی ماں نے اس کی طرف دیکھا ۔ ماں کے ہاتھ میں جو چوڑیاں گاڑی بان نے دیی تھیی— وہ وہیں آنگن میں پھینک دیں ۔ ماں غصے میں وہاں سے نِکل گئی۔

ماں چلی گئی اور، ایک طرف چرن، ڈھیر سارے کھلونے لے کر، انہیں بجاتا ہوا آگیا

چرن : بابا— بابا دیکھو کتنے کھلونے دیے ماں نے—

برندابن اسے گود میں اٹھا لیا

برندابن: ماں کو نہیں لائے تُم—؟

چرن : آپ نے تھوڑے ہی کہا تھا، لانے کو۔

برندابن: میں کہتا، تو تُو لے آتا—

چرن : ہاں— کھینچ کر لے آتا—

برندابن: کاش، تو زبردستی لے آتا اسے۔

چرن : میں جا کر لے آؤں—؟

برندابن: نہیں بیٹا— اب وہ نہیں آئے گی!..... اب کبھی نہیں آئے گی—!!

ڈاکٹرنے اس کو اتار دیا ہے گود سے۔

برندابن: جا کھیل—!

برندابن اپنے کمرے میں جاکر الماری کھولی
اور اس میں سے اونی شال نکالی— جیسے کہیں
جانے لگا ہو۔ماں نے سامنے آکر پُوچھا۔

ماں : (غصے میں)اب کہاں جا رہا ہے—

برندابن: ڈیرہ جا رہا ہوں— جنک پور بھی جانا ہے— لوٹتے شاید رات ہو جائے۔

ماں : میں کل شہر جا رہی ہوں— موہن بابو کی چٹھی آ گئی ہے، میں خود جا کر، سب بات پکّی کر آؤں گی۔

برندابن: ماں، تمھیں جو دکھ پہنچا میں جانتا ہوں، لیکن......

ماں نے بات پوری نہیں ہونے دی اور غصے
میں بولی

ماں : کسم، اس گھر میں نہیں آئے گی برندابن.........!

برندابن: میں نے تو کوئی ضد نہیں کی ماں— تم جو کر رہی ہو وہ ....

ماں : میں چرن کو لے جاؤں—؟

برندابن: چرن جائے گا—؟

ماں : دیکھتی ہوں— اگر چلے، جب سے گاؤں میں وبا (بیماری) پھیلی ہے، مُجھے ڈر سا لگ رہا ہے بچّے کے لیے۔

برندابن: دیکھ لو ـــ

برنداہن بالکل شانت تھا

برنداہن: تم تو جانتی ہو ـــ وہ میرے بغیر، ایک دن بھی نہیں رہتا !!

اتنا کہہ کر برنداہن شال اُوڑھ کر گھر سے باہر چلا گیا

39

کسم سلائی کی مشین پر بیٹھی کچھ سلائی کر رہی تھی اور پاس ہی صوفے پر بیٹھی چودھرائن سمجھا رہی

چودھرائن : مجھے تو بھول کر بھی خیال نہیں آ سکتا تھا کہ وہ وہی برنداہن ہے۔ جس کے لیے تو جیون تیاگ کر بیٹھی ہے ـــ اور تو نے بھی تو کچھ نہیں کہا، ایک بار کہہ دیتی، تو شاید میں ہی کچھ بات کر لیتی اس سے۔

کسم چپ چاپ سلائی کرتی رہی

چودھرائن : بنا سوچے سمجھے یہاں دواخانہ کھولنے کے لیے کہہ دیا اس سے ـــ پتا نہیں لوگ کتنی باتیں کرتے ہوں گے، میرے کان تک آنے لگیں ! پر ایک بات بتا کسم، وہ اگر تجھے نہیں لے گا تو ، کیا کرے گی تو...... کیسے رہے گی ساری زندگی ـــ؟

کسم بول پڑی

کسم : کیوں— ودھوائیں نہیں کاٹ لیتی اپنی زندگی......

اتنا کہہ کر ہی وہ چپ ہو گئی۔

کسم : ہے بھگوان، انھیں۔ انھیں لمبی عمر دینا۔

اور سسک کر رو پڑی

ڈاکٹر برنداہن ناؤ سے کہیں جا رہا ہے...... اور

اس کا درد ابھرتا ہے— تیت میں

برنداہن: اُو مانجھی رے—

اُو مانجھی رے

اپنا کنارہ— ندیا کی دھارا ہے—

اُو مانجھی رے—

ساحلوں پر بہنے والے، کبھی تو سُنا ہوگا کہیں

کاغذوں کی کشتیوں کا، کہیں کنارہ ہوتا نہیں—

اُو مانجھی رے— مانجھی رے—

کوئی کنارہ، جو کنارے سے ملے، وہ اپنا کنارہ ہے

اُو مانجھی رے—

اپنا کنارہ، ندیا کی دھارا ہے۔

پانیوں میں بہہ رہے ہیں، کئی کنارے ٹوٹے ہوئے—

وہ...... راستے میں مل گئے ہیں، سبھی سہارے چھوٹے ہوئے۔

اُو ماجھی رے— اُو ماجھی—

کوئی سہارا منجھدھار میں ملے تو، اپنا سہارا ہے—

اُو ماجھی رے—

اپنا کنارہ ندیا کی دھارا ہے

ندیا کی دھارا ہے۔

40

منّو کی شادی کی تیاری ہو رہی تھی—
لڑکیاں گانا گا رہی تھیں— دو عورتیں آپس میں
بات کررہی تھیں

عورت : سنو بہن، منّو نے کچھ کھایا کہ بھوکی ہی بیٹھی ہے—؟

دوسری عورت : میں نے کہا تو تھا، کچھ کھلا دینا، مجھے تو دیکھنے بھر کی فرصت نہیں ۔

منّو اپنے کمرے میں شادی کے جوڑے میں
بیٹھی لڈّو کھا رہی تھی اور کسم بیٹھی منّو کسی
بات پر ہنس رہی تھی

کسم : تم تو ایسے پھوٹ کے ہنس رہی ہے موئی، کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔

منّو : ہنسی آ رہی ہے تو کیا کروں — روؤں —؟

کسم : اور نہیں تو کیا، دُولہنیں رویا کرتی ہیں —!

منّو : ایویں ہی رویا کرتی ہیں !.....بنا کارن

کسم : ماں باپ کو چھوڑ کر جانے کا دکھ نہیں ہوتا —؟

منّو : اور، برجو سے ملنے کی خوشی نہیں ہوتی کیا؟ —

کسم : اب تو نام مت لے موئی — بیاہ ہو رہا ہے تیرا —

منّو : تو کیا ہوا......؟ وہ کوئی سن تھوڑے ہی رہا ہے —

کسم : اور کسی دن سن لیا تو —؟

منّو : سن لے — میں تو اسے نام سے بلایا کروں گی

کسم : تیرے ساس سسر تیرے، ٹکڑے کر دیں گے

منّو : میں ان کے سامنے تھوڑے ہی بلایا کروں گی — جب اکیلے میں ہوں گے نا، تب بلاؤں گی — برجو — برجو — برجوا

کسم : آئے ہائے —!

اور دونوں سہیلیاں ہنس پڑیں — تبھی دروازہ کھول کر منّو کی ماں آگئی۔ منّو مٹھائی کی پلیٹ کسم کی ہاتھ میں دے دی۔ ماں نے آکر کسم سے پوچھا

ماں : کچھ کھایا بیٹی نے؟

کسم : تھوڑا سا منہ لگایا ہے ماں — کھاتی ہی نہیں۔!!

دونوں سہیلیاں ماں کے سامنے بڑی سیدھی
بن گئیں

کسم : ایسے ہی گم سم ہو کر بیٹھی ہے۔!

ماں : ہوگی نہیں، گھر چھوڑتے ہوئے، کون سی لڑکی ہے، جسے دکھ نہیں ہوتا—!!

کسم : وہ تو ہے ماں—!!

تبھی ڈھیر ساری لڑکیاں اندر آگئیں

لڑکی : بوا...... بوا...... برات آ گئی۔

ماں : برات پہنچ بھی گئی۔

ماں باہر نِکل گئی۔ لڑکیاں منّو سے کہنے لگیں

لڑکی : دلہا دیکھے گی، چل چھت پر چلتے ہیں—!

سبھی لڑکیاں منّو کو پکڑ کر لے گئیں— ایک
لڑکی نے کسم کے پاس آکر کہا

لڑکی : اے کسم برجو کے ڈاکٹر بابو بھی آئے ہیں بادل گاؤں سے !...... چل برات دیکھیں۔

کسم : تم جاؤ میں آتی ہوں—!!

اور کسم اپنے گھر کی طرف چل دی

گھر میں کنج کمبل اُوڑھے سو رہا تھا اس کی

طبیعت ٹھیک نہیں تھی کسم نے آکر پُوچھا

کسم : بھیّا، منّو کے یہاں سے، کب چلے آئے—؟

کنج : ابھی آیا، شریر بہت کمزور لگ رہا تھا، اس لیے چلا آیا۔

کسم نے کنج کو چھو کر دیکھا

کسم : بخار تو نہیں ہے.........!

کنج : ادرک کی چائے بنا دے ذرا صبح تک ٹھیک ہو جائے گا—

کسم : اچھا—

41

منّو کی شادی ہو چکی بدائی ہو رہی تھی۔
سہیلیاں گھر سے باہر لے کر آئیں۔ گھر کے باہری
دروازے پر پنڈت جی کھڑے تھے اور کسم کے ہاتھ
میں اناج سے بھری تھالی تھی۔
پنڈت جی نے کہا

پنڈت جی : بیٹی، اناج مٹھی میں لو اور آنگن میں پھینک دو۔ پیچھے ماں جھولی لیے کھڑی ہے۔

کسم تھالی منّو کے سامنے کردی۔ پنڈت جی
نے کسم سے کہا

پنڈت جی : اب اپنی سہیلی سے کہو، کہ وہ تمھارے ساتھ ساتھ کہتی جائے.........

پاس ہی، برنداین بھی کھڑے تھے — وہ بھی اس شادی میں شریک تھے۔ کسم کہنے لگی

کسم : جس آنگن میں کھیلی، جس آنگن میں پلی تھی، وہ تیرا تھا بابل، میرا نہیں، جو کھایا تھا اس گھر سے، وہ لوٹا کے جا رہی ہوں۔

اتنا کہنے کے بعد منّو نے ڈالی سے وہ اناج لیا اور پیچھے پھینک دیا۔ ماں جھولی پھیلا کے کھڑی تھی کُچھ اناج اس جھولی میں جا گرے — اب منّو سچ مُچ رو رہی ہے — اور کسم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

کسم : اس گھر کا کوئی قرضہ میرے ساتھ نہیں، ماں، بابا، بھائی، بہن نہ یاد کریں مجھ کو۔ اس آنگن سے کوئی نہ بلانا مجھ کو، اس گھر کے لے، میں آج سے پرائی ہوگئی ہوں۔

کسم نے منّو کو لے جا کر ڈولی میں بیٹھایا —

42

تاری برہمانی کا گھر، اس کی بیٹی کالی کی موت ہو گئی، پلیگ کی بیماری سے۔ برنداین نے اُس کے چہرے پر کپڑا کھینچ دیا۔ تاری پھُوٹ پھُوٹ کر رو رہی تھی — برجو گھر کے باہر ایک اور

Cross کا نشان لگا دیتا ہے۔ جس جس گھر میں
موت ہوتی، وہ یہ ایسا نشان لگا دیتا کالی کا پتا
باہر کھڑا رو رہا تھا۔ ہرنداہن سے کہا

کالی کا پتا: ساری رات آپ کے لیے جاگتی رہی، ڈاکٹر بابو، آپ تھے نہیں، سدّی پور گئے تھے۔ سویرے سے آپ کی راہ دیکھ رہے تھے— بار بار کالی آپ کو پوچھتی تھی۔ بار بار چرن کا نام لیتی تھی، جب اس نے پران چھوڑے، تب بھی کہتی رہی، کہ میرے ڈاکٹر بابو آ جائیں تو میں اچھی ہو جاؤں گی۔

برنداہن یہ سن کر اپنے آپ کو روک نہ پایا
اور روپڑا۔ پاس کھڑا برجو جس کی شادی میں
گئے تھے بولا

برجو: یہ سب میری وجہ سے ہوا نا ڈاکٹر بابو، کل آپ اگر میری شادی میں نہیں آئے ہوتے تو، شاید کالی بچ جاتی۔

برنداہن: نہیں رے پگلے، تو بھی تو جان پر کھیل رہا ہے کل تیری شادی ہوئی اور آج— میرے ساتھ پھنسا ہوا ہے، اس مہاماری میں۔ بھگوان نہ کرے، تجھے کچھ ہو گیا تو، میں...... میں اپنے آپ کو، زندگی بھر معاف نہیں کرسکوں گا۔

برجو: میری فکر مت کیجیے ڈاکٹر بابو— مجھے کچھ نہیں ہوگا

برجو: جب تک آپ لڑ رہے ہیں— میں بھی آپ کے ساتھ ہوں— کل صبح منو کو لے کر سدّی پور چھوڑ آؤں گا۔ پھر دن رات آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔

ڈاکٹر اور برجو کے ساتھ کچھ گاؤں والے بھی ساتھ ہو لیے۔ جہاں جہاں جو بیمار دکھتا تھا اسے دوائی دینے میں مدد کرتے۔

گاؤں کے لوگ بیل گاڑی پر اپنے پریوار کے ساتھ شہر کی طرف جانے لگے تھے، یا گاؤں چھوڑ رہے تھے

43

رات کا وقت ہے، چرن بستر پر لیٹا تھا پاس ہی منیم جی بیٹھے تھے۔گھر میں گھستے ہی ڈاکٹر نے بُلایا

برندابن: چرن بیٹے—

ایک پل کو ڈاکٹر گھبرا گیا— چرن کو سویا ہوا دیکھ کر۔

برندابن: کیا ہوا چرن کو—؟

منیم : جی کچھ نہیں— سو گیا— آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے

برندابن: میں تو ڈر ہی گیا تھا— کچھ کھایا کہ نہیں اس نے—؟

منیم : کھایا تو لیکن بہت، مشکل سے کھلایا، کالی کے لیے ضد کرتا رہا۔

برندابن: بہت گھبرایا گیا، اکیلے رہتے رہتے۔

منیم : جی ہاں— بے چارے کا گھر سے نکلنا بھی تو بند ہو گیا، کیا کریں؟

برندابن: تاری آئی تھی—؟

منیم : آئی تھی— آپ کے لیے کھانا بنا گئی ہے۔ چرن کے لیے رکنا چاہتی تھی، لیکن میں نے اسے واپس بھیج دیا۔

برندابن نے اپنے بیٹے چرن کو دیکھا

منیم : وہ کیا ہے ڈاکٹر بابو، چھوت کی بیماری ہے نا— بچے کے لیے ڈر لگتا ہے— میں تو کہتا ہوں— آپ اسے، گاؤں سے کہیں باہر بھیج دو—

برندابن: کہاں بھیج دوں— مجھے چھوڑ کر کہیں رہتا بھی تو نہیں، ماں کے ساتھ نہیں گیا، تو اور کہاں جائے گا۔

منیم : ایسا کیجیے— آپ اسے لے کر شہر چلے جایئے۔

برندابن: میں؟— اپنے بیٹے کے لیے، سارے گاؤں کو چھوڑ جاؤں مرنے کے لیے— ایک ایک سانس کے لیے کیسے لڑ رہا ہوں آپ دیکھ تو رہے ہیں۔ ایک ایک آدمی کو موت جب میرے سامنے میرے ہاتھوں سے چھین کر لے جاتی ہے تب ایسا بے بس محسوس کرتا ہوں کہ......

تبھی کسی کے بلانے کی آواز آئی

گاڑی بان: ڈاکٹر بابو— ڈاکٹر بابو—

ڈاکٹر باہر آئے تو کیا دیکھا، ان کے گھر کا

گاڑی بان، ہاتھ میں لالٹین لیے کھڑا ہے

گاڑی بان: ڈاکٹر بابو— وہ تاری ہے نا، کالی کی ماں، وہ بھی گئی— چلیے، جلدی چلیے نا—

ڈاکٹر جانے لگا اندر آکر اپنا بیگ لیا منیم پیچھے سے بولے

منیم : آپ کھانا کھا لو— تاری نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔

یہ سن کر ڈاکٹر ایک پل کو جھٹکے سے رک گئے جیسے کسی ڈر نے اُنہیں دبوچ لیا ہو— اور گھوم کر منیم جی کو دیکھا پھر اپنے بیٹے کو دیکھا

برندابن: تاری.............

یہ کہہ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے

دوسرے دن صبح صبح چرن اپنی تین پہیے کی سائکل کو آنگن میں چلا رہا تھا— جب ڈاکٹر نے آواز دی

برندابن: چرن بیٹے—

چرن اپنے پتا کے پاس آیا

چرن : بابا— بابا— آج میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا

برندابن: نہیں بیٹے— آج ہمیں بہت کام ہے— آج تم منیم چاچا کے ساتھ کھیلو—

چرن : اتنے بوڑھے کے ساتھ، تھوڑے ہی کھیلا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اپنے بیٹے کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتا ہے پیار سے

برندابن: چپ پاجی کہیں کا !

چرن : (لاڈ میں) نہیں تو میں ماں کے پاس چلا جاتا ہوں۔

برندابن: تیری کالی ماں، یہاں نہیں ہے بیٹے— وہ کہیں چلی گئی—

چرن : اور وہ دوسری والی—

برندابن: دوسری کون—؟

چرن : وہ جو پہلے لڈّو دیتی ہے، پھر پانی نہیں دیتی—

ڈاکٹر : ہُم—؟

ڈاکٹر کے چہرے پر ہنسی جھلکتی ہے

چرن : ہوں—

برندابن: تو اس کے پاس جائے گا—؟

چرن : ہوں—

تبھی پیچھے سے منیم جی آگئے

منیم : ڈاکٹر بابو— کچھ دنوں کے لیے وہیں چھوڑ آؤ چرن کو— وہاں رہ بھی گیا تھا ایک بار—

ڈاکٹر برندابن نے چرن کو گود سے اُتار دیا

برندابن: تم جاؤ—

منیم : آدھا گاؤں— یہاں بھی خالی ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر کھڑا ہو گیا جانے کے لیے

منیم : جو باقی ہیں وہ یا تو مر رہے ہیں— یا گاؤں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر جانے لگا۔ جب منیم نے غُصّے سے کہا۔

منیم : کیسے باپ ہو تم—؟

یہ سن کر ڈاکٹر رک گیا اور مڑ کر منیم کی طرف دیکھا۔

منیم : تمھیں اپنے بچے کے لیے، ذرا بھی ڈر نہیں لگتا— صبح سے وہ کھانس رہا ہے— دو گولیاں کھلا کے سمجھتے ہو، ہو گیا بس— کتنے لوگوں کو بچا سکے ہو، تم اپنی دوا سے—؟

منیم جی نے ڈاکٹر کی طرف پیٹھ کر کے کہا

منیم : میں بھی یہاں سے جا رہا ہوں، اپنے پریوار کے ساتھ— تم اگر چرن کو لے کر نہ گئے، تو میں زبردستی اپنے ساتھ اسے لے جاؤں گا

ڈاکٹر بابو فوراً بول پڑے

برندابن : آپ کو جانا ہو تو چلے جایئے۔ چرن یہیں رہے گا— جاتے ہوئے باہر سے دروازہ بند کر جایئے گا—

ڈاکٹر چلا گیا۔ چرن کے کھانسنے کی آواز آئی۔ منیم جی بھاگ کر اس کے پاس آگئے

منیم : ارے بیٹے...... آؤ میں تمھیں دوا کھلا دیتا ہوں۔

اور اسے کمرے میں لے گئے

برجو کی بھی موت ہوگئی پلیگ سے، اس کا
مرا ہوا شریر پڑا ہوا تھا۔ اور چار آدمی اسے کندھا
دے کر لے جانے لگے۔ گھر کے اندر سے منّو چیختی
چلّاتی باہر آئی

منّو : مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ میں بھی ساتھ چلوں گی تم مجھے چھوڑ
کر نہیں جا سکتے۔

پاس ڈاکٹر بابو کھڑے تھے وہ بھی دیوار سے سر
لگائے رو رہے تھے۔ منّو روتی روتی ان کے پاس آگئی

منّو : ڈاکٹر بابو— تم بھی نہیں بچا سکے میرے برجو کو—؟ تم بھی نہیں
بچا سکے— ڈاکٹر اُسے واپس

بلا لو۔

گھر کی عورتیں اسے پکڑ کر لے گئیں۔ برندابن
وہیں کھڑے رہے چپ چاپ۔ اور دیوار پر وہیں
Cross کا نشان لگا دیا جو برجو لگایا کرتا تھا۔

44

برندابن اپنے گھر آئے اور پورے گھر کو چھان

مارا پر چرن اس کو نظر نہیں آیا اس کی سمجھ میں نہیں آیا چرن کہاں چلا گیا۔ ایک دو بار بلایا بھی

برندابن: چرن— چرن—

کچھ سوچ کر برنداہن گھر سے باہر نکل گئے

برنداہن منیم کے گھر گئے تو ان کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا— تبھی سامنے سے ایک بیل گاڑی گُزری جو گاؤں چھوڑ کر جا رہی تھی ان میں بیٹھے ایک آدمی نے کہا

آدمی: ڈاکٹر بابو دیوان جی تو چلے گئے—

برنداہن نے کُچھ سوچا اور منہ سے کسم کا نام نکلا

برنداہن: کسم—!

45

کسم کچھ کام کر رہی تھی۔ تبھی گھر کا باہری دروازہ کھول کر ڈاکٹر بابو اندر آگئے — ڈاکٹر کے چہرے پر ایک اداسی ہے

برندابن: چرن یہاں آیا تھا—؟

کسم : یہیں ہے، دیوان جی چھوڑ گئے تھے—!

ڈاکٹر بابو اطمینان کی سانس لی اور پاس پڑے موڑھے پر بیٹھ گئے۔ ایک لمبی سانس کھینچ کر بولے

برندابن: پریشان کر دیا اس لڑکے نے—!

کسم : پانی پیو گے—؟

برندابن: ہاں—

کسم پانی لینے چلی گئی ڈاکٹر بابو نے پُوچھا

برندابن: کنج بھیا کہاں ہیں—؟

کسم : اندر کمرے میں ہیں—

پانی کا گلاس دیا

برندابن: چرن کی طبیعت ٹھیک ہے نا—؟

کسم : ہاں...... لیکن بڑا تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ جب آیا تھا— کھانا بھی نہیں کھایا۔ بس ایک گلاس دودھ کا پی کر سو گیا۔

برندابن: ذرا جگا دو اس کو— مجھے واپس جانا ہے—

کسم چپ رہی۔ ڈاکٹر بابو نے کسم کی طرف دیکھا، پھر بولے

برندابن: ٹھیک ہے— میں اسے ایسے ہی لے جاتا ہوں— کہاں ہے؟ کمرے میں—

ڈاکٹر اُٹھنے لگے، تبھی کسم بول پڑی

کسم : سنو— اس بیماری میں، اسے وہاں کیوں لے جا رہے ہو۔ یہیں رہنے دو نا۔

برندابن: نہیں کسم— میرا جانا ضروری ہے— اور چرن میرے بغیر رہ نہیں سکتا—

کسم : پہلے تو، ایک بار رہ گیا تھا، میرے پاس

برندابن: پہلے بھی تو اسی طرح روک لیا تھا تم نے، اور جانتی ہو کیا ہوا تھا—

کسم : جانتی ہوں— اس بار وہ بھول نہیں کروں گی— میں ساتھ چلنے کو نہیں کہوں گی۔

برندابن: میں نے ساتھ لے جانے سے انکار تھوڑا ہی کیا تھا، بھول صرف اتنی ہوئی تھی کہ، خود نہیں آسکا۔ اور جواب میں، جو چوڑیوں کے ٹکڑے بھیجے تھے تم نے—

کسم : میں نے بھیجے تھے—؟

برندابن: کنج بھیا نے سہی— لیکن اس کا کیا اثر ہوا ماں پر جانتی ہو—

کسم : جانتی ہوں— اور مجھ پر جو بیتی ہے، وہ تم نہیں جانتے—

برندابن: کسم، میں تمھیں کیسے سمجھاؤں کہ میں کیوں نہیں آسکا گاؤں کی جو حالت تھی— وہ

کسم : میں وہ بھی جانتی ہوں—

برندابن: پھر بھی مجھ سے شکایت ہے تمھیں ؟

کسم : میں نے کب شکایت کی—؟

برندابن: پھر کیوں نہ چلی آئی۔

کسم : کس کے پاس چلی جاتی— سویکار— اسویکار کرنے والی تو ماں ہیں— اور ماں کے شہر جانے کی خبر مجھے مل گئی تھی۔ اس لیے رک گئی— ماں کی اِچھا میں بادھا نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ جب سے مہاماری پھیلی ہے بادل گاؤں میں، تمھاری چنتا لگی ہوئی تھی۔ لیکن کیا کرتی— کل متّو کو کہلوایا تھا۔ آج آتے ہوئے کم سے کم، چرن کو ساتھ میں لے آئے۔

برندابن: متّو کی خبر، نہیں ملی— تمھیں—

کسم : متّو کی— کیا ہوا اسے—؟

برندابن : متّو— وِدھوا ہو گئی—

یہ سن کر کسم سُنّ رہ گئی اور دُوسرے پل پھُوٹ کر رو پڑی۔

کسم : نہیں— نہیں— !!

ڈاکٹر : کسم—!!

ڈاکٹر برندابن، کسم کو سنبھالنے لگے تبھی کنج کمبل اُوڑھے برآمدے میں آکر کھڑا ہوگیا اور کھانسنے لگا۔

ڈاکٹر بابو کنج کو بیمار دیکھ کر، اس کی طرف مُڑے

برندابن: کنج بھیا— کب سے بیمار ہیں—؟

کنج کھانستا رہا

کنج : کوئی چھ سات روز سے—

برندابن: آپ کو تو، تیز بخار ہے۔ چلیے آرام کیجیے، چلیے اندر مجھے گھر سے نکالنا ہے تو، بعد میں نکال لینا— پہلے اپنا علاج تو، کروا لیجیے— آیئے ....

اور ڈاکٹر بابو کنج کو پکڑ کر اندر لے گئے۔

بستر پر لٹا کر— ڈاکٹر بابو اس کو چیک کرنے لگے

برندابن: دوا کیا لی—؟

کنج : کسم کچھ پڑیا لے آئی تھی، لیکھ راج سے—

کنج وہ پڑیا ڈاکٹر کو دکھاتا ہے

برندابن: بہت، سمجھدار ہو گئی ہے کسم—

ڈاکٹر بابو نے چیک کیا— اور تھرمامیٹر نکال کر کنج کے مُنہ میں لگا دیا

برندابن: بھگوان کا شکر ہے— وہ نہیں ہے، جس کا مجھے ڈر تھا۔ انجکشن دیے دیتا ہوں!

ڈاکٹر بابو کا بیگ باہر آنگن میں ہی پڑا تھا۔

اس کو لینے گئے، تو کیا دیکھا باہر والے دروازے پر، اندر سے کسی نے تالا لگا دیا ہے۔

کسم کچن کے دروازے سے جھانک کر دیکھ

رہی تھی۔ ڈاکٹر بابو نے اسے دیکھ لیا اور پُوچھا

برندابن: یہ تالا کیوں لگایا کسم—؟ مجھے جانا ہوگا۔ باہر گاڑی بان، میرا انتظار کر رہا ہے۔

کسم: گاڑی، میں نے واپس بھیج دی ہے— اس مہاماری میں، میں آپ کو وہاں نہیں جانے دوں گی۔

اتنا کہہ کر کسم چرن کے پاس چلی گئی جہاں وہ سو رہا تھا۔ ڈاکٹر بھی اس کے پاس آگیا اور کہا

برندابن: تم ہمیشہ ضد کر لیتی ہو— اور میں مان جاتا ہوں، اس بار یہ بھول نہیں کروں گا۔

کسم: میں چرن کو چھو کر کہتی ہوں— میں اپنے کسی سوارتھ کے لیے، نہیں روک رہی ہوں آپ کو— لیکن اس مہاماری میں، کیسے جانے دوں تمھیں— وہاں گھر میں، کوئی بھی تو نہیں ہے۔ کون خیال رکھے گا—؟ ماں شہر سے آجائے، پھر ایک پل کے لیے بھی نہیں روکوں گی۔ دونوں چلے جانا—

کسم اپنے دکھ سے رو پڑی

کسم: پاپ پڑے مجھ پر، جو ایک بار بھی کچھ کہوں—!

کنج کے کھانسنے کی آواز آئی۔ ڈاکٹر بابو کو یادآیا، کنج کو سوئی لگانی ہے

برندابن: اٹھو— پہلے کنج بھیا کے لیے، پانی گرم کر کے دو—

ڈاکٹر کنج کے کمرے میں گیا— کسم نے تکیے کے نیچے سے کنجی نکالی۔ اور اپنی ساڑی میں باندھ لی

46

صُبح ڈاکٹر بابو کو اپنا دوائی کا Boxنہ مِلا تو پُوچھا

برندابن: ضدمت کرو کسم— بتاؤ کہاں رکھا ہے باکس—؟

کسم : پہلے وچن دو— رات بادل گاؤں میں نہیں رُکو گے—

برندابن: اب چرن کو تو چھوڑ کے جا رہا ہوں— اور کیا چاہتی ہو—؟

کسم : رات کو چرن کے پاس آ جانا— چاہے جتنی دیر سے آؤ— میں وچن دیتی ہوں— کام پر جانے سے نہیں رکوں گی۔

برندابن: ٹھیک ہے— اب بتاؤ بکسہ کہاں ہے—؟

کسم : پہلے سوگندھ کھاؤ— چرن کی سوگندھ ہے—!!

ڈاکٹر بابو : تمھاری سوگندھ کھاتا ہوں—!!

اتنا سُنتے ہی کسم نے ڈاکٹر بابو کی طرف دیکھا۔ اور اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ڈاکٹر نے دہرایا

برندابن: تمھاری سوگندھ میں لوٹ آؤں گا—

کسم کی آنکھیں بھر گئیں

کسم نے ڈاکٹری والا Box نکال سامنے کھِسکا دیا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو وہیں زمین پر گرتے رہے

47

گاؤں میں لوگوں کو ڈاکٹر بابو سوئی لگا رہے تھے اور بے خیالی میں بار بار مُہنہ سے برجو کا نام نکل آتا تھا

برندابن: دوسری سوئی تیّار کر لینا برجو—

اپنے آپ سے بڑبڑائے

برندابن: یہ کیا ہوگیا ہے مجھے—

48

کسم نے ڈاکٹر کو ہاتھ پیر دھونے کے لیے بالٹی اور انگونچھا رکھ دیا— ڈاکٹر بابو نے جوتے نکالے اور ہاتھ پیر دھونے لگے ۔ کسم نے لا کر چپل رکھ دی اور جوتے اٹھا کر لے جانے لگی تو ڈاکٹر بولے

برندابن: ارے...... ارے، یہ کیا کررہی ہو؟

کسم، جوتے اٹھاکر، جوتے جہاں رکھے جاتے
ہیں، وہاں رکھ آئی اور پھر ڈاکٹر کے پاس آکر کہا

کسم : اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کیا کیا ہے میں — ؟

برندابن: جوتے کیوں اٹھائے تم نے؟

کسم : تو کیا، یہاں چپڑا پہن کر بیٹھو گے کھانے کے لیے — ؟

برندابن: لیکن، ہاتھ سے اٹھانے کی کیا ضرورت تھی— !

کسم : لو ہاتھ دھلا دو — میلے ہو گئے— !

ڈاکٹر بابو، کسم کا ہاتھ دھلانے لگے

کسم: نوکرانی تو نہیں ہوں آپ کی ! لیکن، اتنا کام، کوئی بھی گھر آئے
مہمان کا کر دیتا ہے—!

کسم واپس رسوئی میں چلی گی

49

رسوئی میں، کسم ڈاکٹر بابو کے لیے کھانا
نکال رہی تھی۔ جب ڈاکٹر بابو، آکر پیڑھے پر،
بیٹھ گئے۔ تبھی چرن آتا ہے

چرن : بابا — میں بھی کھاؤں گا تمھارے ساتھ —

برندابن: تو نے ابھی تک کھایا نہیں — ؟

کسم : ارے تو تو کہہ رہا تھا، میرے ساتھ کھائے گا—!

چرن : تمھارے ساتھ بھی کھالوں گا— !

چرن بابا کے پاس پیڑھا لگا کر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر بابو نے تھالی اس کے قریب کردی

برندابن: چل لے—

کسم نے کہا

کسم : بھیا کو دوا دے کر آتی ہوں —

برندابن: کچھ کھایا کہ نہیں کنج بھیا نے— ؟

کسم : کھچڑی کھلائی تھی— !

کسم گئی تو چرن نے کہا

چرن : بابا میں نے — کھچڑی بھی کھائی تھی۔

برندابن: سالے — بڑا پیٹو ہے تو— !

چرن : بابا— تم گالی دے رہے ہو— ؟

برندابن: بیٹے سوری، غلطی ہوگئی — میں تمھیں گالی نہیں دے رہا تھا—

چرن : تو پھر کسے دے رہے تھے— ؟

برندابن: وہ کنج بھیا ہیں نا — اسے دے رہا تھا—

چرن : کنج بھیا کیا کوئی سالے ہیں— ؟

برندابن: چپ کرکے کھانا کھا!

50

کسم، کنج کے پاس پانی لے کر آئی، دوائی
کھِلانے کے لیے—

کنج : ان گولیوں سے آرام تو کافی پہنچا ہے۔ اچھے ڈاکٹر ہیں برندابن—

گولی کو دیکھ کر

کنج : یہ پیس کر نہیں کھا سکتے — ؟

کسم : نہیں —

کنج : چبا بھی کر نہیں کھا سکتے — ؟

کسم : نہیں ....

کنج : ایک بار پوچھ لو باہر —

کسم : ایسے ہی نِگلنا ہوتا ہے

کنج : اچھا — !

کنج بڑی مشکل سے گولی نِگلتا ہے۔ کسم پھر
رسوئی کی طرف چلی گئی۔

رسوئی میں باپ بیٹے ایک ہی تھالی میں
کھانا کھا رہے ہیں — اور کسم کلچھی سے نکال کر
چاول اور دینے لگی —

برندابن: نہیں —

کسم : تھوڑی سے—

برندابن: اور نہیں چاہیے —

چرن : بابا، ماں کو بتا دوں ؟

برندابن: کیا — ؟

چرن : وہ جو تم گالی دے رہے تھے— ؟

برندابن: چُپ بے — میں نے کب گالی دی — ؟

چرن : تم نے، ماما کو سالا نہیں کہا تھا — ؟

کسم مُسکرا دی— ڈاکٹر نے تھوڑا مسکرا کر کہا

برندابن: بہت پاجی ہے یہ سسرا — !

چرن : بابا پھر تم نے گالی دی — میں، نہیں کھاتا تمھارے ساتھ —

برندابن: مت کھا — قد انگوٹھے بھر کا اور زبان ہاتھ بھر لمبی—

کسم مسکراتی رہی — ڈاکٹر بابو، ہاتھ دھونے باہر چلے گئے — ڈاکٹر کی تھالی میں، کسم نے اپنے لیے بھی کھانا ڈال لیا—

چرن : بابا کا جھوٹھا کیوں کھاتی ہو — مت کھاؤ ان کی تھالی میں بابا ۔

کسم : چپ کر نا، چلاّتا کیوں ہے؟ بابا سن لیں گے تو —

چرن : پھر ان کی تھالی میں کیوں کھاتی ہو۔

کسم : میری مرضی — تو کیا میرا سسرا لگتا ہے— ؟

چرن : ارے — تم بھی گالی دیتی ہو —! میں تمھارے ساتھ بھی نہیں کھاتا —!!

چرن اُٹھ کر بھاگ گیا — باہر کھڑا ڈاکٹر بابو ان کی باتیں سن رہے تھے۔

دیر رات، گھر کے آنگن میں ڈاکٹر بابو کی چارپائی بچھا دی گئی۔ چرن ان کے لیے پانی لے کر آیا ہے۔ اور ایک موڑھا بھی ہے۔ جس پر رکھنے لگا، ڈاکٹر بابو نے پُوچھا

برندابن: یہ کیا کر رہا ہے؟

چرن : پانی دیا ہے ماں نے —

برندابن: اچھا، بڑے کام کرتا ہے ماں کے —

چرن : ہماری آپس کی بات ہے— وہ بھی تو، میرے بہت کام کرتی ہے۔

برندابن: ہوں!

برندابن ہنس دیا۔ اور چرن بھاگ گیا کُسم کے پاس

51

کسم کے گھر کے باہر بیل گاڑی کھڑی تھی۔ گاڑی وان بیٹھا تھا۔ کسم کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر آئی، اور گاڑی وان کو دے دیا۔

گاڑی وان : نمستے دیدی —

کسم : نمستے، سنو، باہر کونو چیز نہیں کھائے کا دیہا۔ تم ذرا خیال رکھیو، پانی بھی پیئے کا ناہی دیہا۔

ڈاکٹر بابو جانے لگے۔ باہر کے دروازے پہ کُسم نے پُوچھا —

کسم : شام کو جلدی آ ؤ گے؟

برندابن: کیوں — !

کسم : چرن کا، جی گھبرانے لگتا ہے —

برندابن: جلدی لوٹوں گا —

ڈاکٹر بابو گاڑی پر بیٹھ کر چلے گئے۔ کسم ان کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ چرن کمرے سے نکلا اور کسم سے پوچھا۔

چرن : بابا چلے گئے؟

چرن نے کچھ چھُپایا ہوا تھا۔

کسم : کیا ہے — دکھاؤ —

چرن : چٹھی ہے —

کسم لے لیتی ہے

چرن : بابا نے کہا تھا — میں چلا جاؤں تو، ماں کو دے دینا —

کسم چٹھی کھولی، اس میں کچھ روپے تھے اور ایک چٹھی تھی

چرن : کیا لکھا ہے بابا نے — ؟

کسم : کچھ نہیں تم جاؤ —

چرن چلا گیا— کسم چٹھی پڑھنے لگی لکھا تھا

برندابن: کچھ پیسے، میں تمھارے لیے چھوڑ کے جارہا ہوں۔تم بہت ابھیمان والی ہو — بُرا نہ ماننا۔ کنج بھیا بھی بیمار ہیں، تمھیں پیسوں کی ضرورت ہوگی،

سویکار کر لینا

کسم کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی

ڈاکٹر بابو ایک مریض کو دیکھ رہے تھے۔
سوئی لگتے ہی مُہنہ سے نِکلا—

برندابن: برجو — گھر سے اور انجیکشن لے لینا —

پھر خیال آیا — جس کو بار بار بلاتا ہُوں وہ
تو ہے ہی نہیں، وہ تو اس مہاماری میں مارا گیا ہے۔

52

کسم، چودھرائن کے گھر سے سوپ میں کچھ لے
جا رہی تھی۔ چودھرائن نے پیچھے سے آواز دی—

چودھرائن : کسم — جا رہی ہے — ؟ کچھ کھائے گی نہیں — ؟

کسم : میرا تو ورت ہے آج —

چودھرائن : آج — اوہ — ''کروا چوتھ'' کا ورت رکھا ہے — ؟

کسم کچھ بولتی نہیں

چودھرائن : تبھی برنداون یہیں ہے— ؟

کسم : ہاں —

چودھرائن : کنج کیسا ہے— ؟

کسم : پہلے سے اچھے ہیں بھیا—

چودھرائن : برندابن، بادل گاؤں نہیں گیا تھا — ؟

کسم : جاتے ہیں — سارا دن وہیں دواخانے میں رہتے ہیں — بس رات کو لوٹ آتے ہیں، کیونکہ — چرن ان کے بغیر نہیں رہتا—

چودھرائن : تیرے پاس بھی نہیں رہتا چرن ؟

کسم : رہ تو جاتا ہے لیکن — میں نے چرن سے ضد کروائی تھی۔ اور انھیں اپنے یہاں روک لیا تھا۔ میرا من نہیں مانتا تھا — اس مہاماری میں وہ وہاں جاکر ٹھہریں۔

چودھرائن : اچھا کیا — اور کیا پتہ، جاتے جاتے، تجھے بھی ساتھ لیتا جائے—

کسم : وہ تو اب نہیں ہوگا — میں جانتی ہوں—

چودھرائن : کیوں — ؟

کسم : بڑی ماں شہر گئی ہوئی ہیں، ان کا رشتہ پکّا کرنے —

چودھرائن : تجھے، کس نے بتایا — ؟

کسم : منیم جی نے لے۔ جب وہ چرن کو چھوڑنے، میرے یہاں آئے تھے۔

چودھرائن : پھر بھی، تم نے روک لیا اُسے —

کسم کی آنکھیں بھر آئیں

کسم : دان میں ہی کچھ دن ملے ہیں ان کے پاس رہنے کے لیے۔ وہ بھی میرے تو نہیں— لیکن شاید— پھر کچھ نہیں ملے گا جیون میں۔

اتنا کہہ کر آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کسم چلی گئی

53

دواخانے میں برنداہن نے کچھ دوائیں الماری سے نکال کر اپنے 'ہینڈ باکس' میں رکھیں۔ جانے لگتا ہے کہ سامنے سے آتے منیم جی مل گئے — ڈاکٹر بابو کو دیکھ کر بولے۔

برنداہن: آپ —؟ کہاں چلے گئے تھے — آپ ؟

منیم : میں شہر چلا گیا تھا — ماں نے واپس بھیج دیا ہے۔ شادی کی تیاری کے لیے۔ ماں کل آرہی ہیں۔

ڈاکٹر، منیم کو دیکھتا ہی رہ گیا

منیم : لڑکی والوں کے ساتھ ......

اُس کی پوری بات سُنے بغیر برندابن وہاں سے چلا گیا۔

54

رات کا وقت تھا آج 'کرواچوتھ' کا ورت، کسم نے رکھا تھا — ایک تھالی میں پانی لیے، چاند اس میں دیکھنے لگی تھی۔ چاند کی جگہ ڈاکٹر بابو کا چہرہ دکھ گیا۔

مڑ کر ڈاکٹر بابو کو دیکھا، جو باہر سے آکر ابھی کھڑے ہوگئے تھے۔ کسم نے تھالی زمین پہ رکھ کے، ڈاکٹر بابو کے پیر چھوئے۔

برندابن: پوجا کر رہی تھیں؟

کسم : 'کروا چوتھ' کا ورت رکھا تھا میں نے —

اور بغیر کچھ سنے کسم وہاں سے چلی گئی۔

ڈاکٹر بابو اسے دیکھتے ہی رہے۔

کیچن میں، زمین پہ پیڑھا رکھ کے ڈاکٹر بابو کھانا کھا رہے ہیں۔ پاس بیٹھا چرن، تھالی کو اُلٹا کر کے اس کو لکڑی سے بجا رہا تھا۔ کسم نے کہا۔

کسم : تھالی دو بیٹے —

چرن : یہ تھالی تھوڑے ہے، یہ تو نگارہ ہے، دوسری تھالی میں دے دو —

تبھی کنج، جو کچھ ٹھیک ہوگیا ہے رسوئی
میں کھانا کھانے آگیا۔

برندابن: آیئے کنج بھیا — آج بہت تازہ تازہ لگ رہے ہیں۔ داڑھی
داڑھی کی ہے اس لیے — ؟

کنج : داڑھی سے تھوڑے بھائی صاحب — آپ کی دوا کھانے سے
تازہ لگ رہا ہوں —

برندابن: آج دوا لی تھی — ؟

کنج : اب کاہے کی دوا — کل سے تو میں پھیری پہ بھی جارہا ہوں —

برندابن: آپ پھیری ویری پہ نہیں جارہے ہیں !— چار - پانچ روز آرام
کریئے — دوا جاری رکھیے، کہیں بخار پھر ہوگیا تو — ؟

کسم کنج کے لیے کھانا نکال رہی تھی

کنج : اچھا — ؟

کسم نے چرن سے تھالی مانگی

کسم : تھالی دو —

چرن : کہا نہ دوسری تھالی میں دو —

ڈاکٹر بابو نے چرن کو ڈانٹ دیا

برندابن: کہاں سے آئے گی دوسری تھالی۔ چلو اسی تھالی میں کھاؤ، دو —

چرن : ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں —

چرن، جس لکڑی سے بجا رہا تھا اُسے تھالی
پہ پھینک دیا

چرن : میں نہیں کھاتا تمھارے ساتھ —

کنج : ارے ......

چرن اٹھ کر گیا باہر —

کنج ہنسنے لگتا ہے، کسم بول پڑتی ہے۔

کسم : ایسے ہی ناراض کر دیا بچے کو، میں لے کر آتی ہوں —

کسم باہر چلی گئی اور ڈاکٹر بابو نے کنج سے کہا

برندابن: کسم کے لاڈ نے سر چڑھا دیا ہے اسے — کل گھر جائے گا تو ماں کو تنگ کرے گا —

کنج : کل گھر جائے گا مطلب — ؟ کل جا رہے ہیں آپ ؟

برندابن: ہاں — ماں کل آ رہی ہیں — اس لیے جانا ہوگا

کنج : کسم کو معلوم ہے — ؟

برندابن: نہیں — ابھی نہیں بتایا — سوچا — کل ہی بتا دوں گا —

کنج کسی سوچ میں ڈوب گیا

55

ڈاکٹر بابو ہاتھ دھو رہے تھے تبھی کسم

جوٹھے برتن لے کر باہر آگئی اور ڈاکٹر بابو اسے کل جانے والی بات کہنا چاہتے تھے — پر وہ تورنت چلی گئی۔ پھر ڈاکٹر بابو اس کے پاس آکر کہنا چاہتے تھے، پھر وہ کچھ اور لینے کسی دوسری طرف چلی گئی۔

بالآخر ڈاکٹر بابو کسم کے پاس آئے — اور کہا

برندابن: کسم — ماں کل آرہی ہے

کسم کی سانس جیسے رک گئی

برندابن: مجھے جانا ہوگا —

کسم چپ چاپ اُنہیں دیکھتی رہی

کسم: چرن کو بھی لے جانا ہے — ؟

برندابن: ہوں —

کسم: صبح، آپ کے ساتھ اُسے بھی تیار کرا دوں گی — !!

اتنا کہہ کر پھر کسم گھر میں دوسرے کام سے چلی گئی — ڈاکٹر بابو اور کچھ کہنا چاہتے تھے پر کہہ نہیں پائے

رات کافی ہوچکی ہے۔ آنگن میں ڈاکٹر بابو لیٹے تھے۔ آنکھوں میں نیند نہیں تھی — کھلے آسمان کو دیکھتے ہیں — سامنے کے کمرے میں

کھڑکی کی اوٹ میں کسم بھی بیٹھی تھی جاگ
رہی تھی ــــــ یہ رات — کیسی رات ہے؟

کسم: دو نینوں میں ـــ آنسو بھرے ہیں —
نندیا کیسے سمائے — ؟
ڈوبی ڈوبی آنکھوں میں —
سپنوں کے سائے —
رات بھر اپنے ہیں
دن میں پرائے
دو نینوں میں
آنسو بھرے ہیں
نندیا کیسے سمائے —
جھوٹے تیرے وعدوں میں
برس بتائے
زندگی تو کاٹی ، یہ
رات جائے
دو نینوں میں آنسو بھرے ہیں —
نندیا کیسے سمائے —

ڈاکٹر برنداہن کی آنکھوں میں نیند نہیں
تھی— زمین پر سوئے سوئے کچھ لکھنا چاہ رہے

تھے تبھی کسم کی پرچھائی اُن کے ہاتھوں پر پڑی۔
دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

صبح کی پہلی کرن نکلی۔ چاروں طرف کسم کے گھر میں کرنیں بِکھر گئی۔ باہر بیل گاڑی پر برندابن سامان وغیرہ رکھ رہی تھے۔ آج اُنھیں اپنے گھر جانا تھا۔

ڈاکٹر بابو، کمرے سے نہا دھوکر تیار ہوکے باہر نکل رہے تھے۔ دروازے پہ کسم کھڑی تھی۔ کسم کے قریب آکر ڈاکٹررُک گئے۔ اسے ایکپل چُپ چاپ دیکھتے رہے۔ — اور پھر سر نیچے کر لیا، اور بولے۔

برندابن: کسم! جی چاہتا ہے، ایک بار پھر تمھیں ساتھ چلنے کے لیے کہوں — لیکن کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے —

کسم چپ رہی

برندابن: پتہ نہیں، کیا کمی ہے مجھ میں، ہر بار کسی نہ کسی وجہ سے تم نے نہ کہہ دیا —

کسم نے ڈاکٹر کو دیکھا

برندابن: وہ کیا کمی ہے مجھ میں، تم بتا سکتی ہو؟

کچھ پل چپ رہنے کے بعد کسم نے کہا

کسم: ہاں — ادھیکار کی کمی ہے، آپ میں۔

جس ادھیکار سے میں روک لیتی ہوں۔ آپ کو — اُسی ادھیکار
سے چرن کو روک لیتی ہوں میں — وہ ادھیکار آپ میں نہیں ہے
— ورنہ — یہاں رکنے والی میں کون ہوتی ہوں — کیوں نہیں
اسی ادھیکار سے میرا ہاتھ پکڑ کر لے گئے مجھے — کیوں میری
ضد سنتے ہو — کیوں میری ہٹ مانتے ہو — اپنے ادھیکار سے
کیوں نہیں توڑ دیتے میرے اہنکار—

کسم ساری باتیں روتے روتے کہہ گئی۔ ڈاکٹر برنداہن کو لگا کہ اسے کسی نے پہلی بار اس کے ادھیکار بتائے ہیں — ڈاکٹر کھڑا رہا۔ بیل گاڑی میں بیٹھا، چرن دوڑا آیا بابا کے پاس اور کہا۔

چرن : بابا — ! ماں ایسے نہیں جائے گی—

اس نے سیندور کی ڈبیا جیب میں رکھی ہُوئی تھی۔ اسے نکال کر بولا

چرن : یہ مانگ میں ڈال دو، تب جائے گی — !

کسم اور ڈاکٹر نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا — چرن پھر بولا

چرن : بابا — ڈال دو نا —

برنداہن نے اس ڈبیا سے سیندور کی چٹکی بھر لی اور آگے بڑھ کر کسم کی مانگ میں ڈال دی۔

اُس وقت کنج کمرے سے نکل کر برآمدے میں آکھڑا ہوا اور وہیں سے بولا!

کنج : اس بار مڑ کے مت دیکھنا بہن — جا — اس آنگن کو پرایا کر دے — جا بہن اب اپنے پتی کے ساتھ چلی جا—

کسم نے بھائی کی بات سن کر، ڈاکٹر بابو کے پیروں پر، جھک کر پرنام کیا۔ اور منّو کی شادی کے بول اُس کی اپنی آواز میں گونجے۔

کسم : جس آنگن میں کھیلی تھی، جس آنگن میں پلی تھی، یہ تیرا گھر تھا بابُل میرا نہیں، جو کھایا پیا تھا وہ لوٹا کے جا رہی ہوں ۔ اس گھر کا کوئی قرض میرے ساتھ نہیں ...... اس گھر کے لیے میں آج سے پرائی ہوگئی۔

کسم نے جو گھر کی چابیاں اپنی ساڑی کے پلّو سے باندھی ہوئی تھیں۔ کھول کے بغیر پیچھے دیکھے بھائی کی طرف پھینک دیں — اور برندابن کا ہاتھ تھامے گھر سے باہر کھڑی بیل گاڑی میں جا بیٹھی۔

بیل گاڑی ان لوگوں کو لیے ہوئے تیزی سے بادل پور کی طرف دوڑلی

فیڈ آوٹ

ختم شُد

خوشبو

پروڈیوسر : پرتن کپور

کیمرہ : کے - ویکنٹھ

ساؤنڈ : عیسےٰ - ایم - سورت والا

آرٹ : اجیت بینرجی

ایڈیٹر : وامن اور گورو

کہانی : شرت چندر کے ناول " پنڈت موشائے " پر آدھارِت

سکرین پلے، مکالے اور گیت : گلزار

موسیقی : آر ڈی - برمن

ہدایت کار : گلزار

ستارے : جیتندر، ہیما مالنی، دُرگا کھوٹے، فریدہ جلال،

اوم شیو پُوری اور ماسٹر راجو

مہمان ستارہ : شرمیلا ٹیگور